بضعۃ الرسول

(دس مجلسیں)

علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

مذہبی دنیا

۱۹۔ کولھن ٹولہ الہ آباد

بضعۃ الرسولؐ

سیرت جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا

سے متعلق

دس مجلسیں

(با اضافہ و ترمیم)

تحریر

علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

ہدیہ — تین روپیہ

نام کتاب — بضعۃ الرسولؐ

مولف — علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

ایڈیشن — بار دوم ایک ہزار

ناشر — سید حامد حسین

۱۹-کوئلہن ٹولہ-الہ آباد-۳

فہرست

نام کتاب — بضعۃ الرسولؐ

مولف — علامہ السید ذیشان حیدر جوادی

ایڈیشن — بار دوم ایک ہزار

ناشر — سید حامد حسین

۱۹-کوئلہن ٹولہ-الہ آباد-۳

فہرست

حرفِ آغاز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجالس کا یہ مجموعہ ایک مرتبہ ادارہ نشر و اشاعت الہ آباد کی طرف سے شائع ہو چکا ہے اور بحمد للہ مقبولیت عام کی سند بھی پا چکا ہے اب بعض احباب مخلصین کے اصرار پر اس کی دوبارہ اشاعت کی جا رہی ہے۔

اس کتاب میں پہلے کی بہ نسبت بہت سے تغیرات ہوئے ہیں بعض مقامات پر مضامین بدل دیئے گئے ہیں بعض مقامات پر ترتیب میں تبدیلی کی گئی ہے اور حصۂ مصائب میں خاطر خواہ اضافہ کر دیا گیا ہے۔

امید ہے کہ اہل نظر اس ترمیم و اضافہ کو پسند فرمائیں گے اور ہمیں تیسرے ایڈیشن کی اشاعت کا بھی موقع دیں گے کتاب کا موضوع صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہرا کی سیرت مبارکہ ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر مختلف مجالس میں روشنی ڈالی گئی ہے اور یہ کوشش کی گئی ہے معصومہ کی پوری سیرت نگاہ کے سامنے

آجائے۔ جامعیت اور ہمہ گری کا دعوی کرنا تو سراسر جہالت ہے لیکن اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ حتی الامکان کوئی پہلو نظر انداز نہیں کیا گیا۔

اس ایڈیشن میں اس بات کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے کہ حصہ مصائب کو ایام محرم سے منطبق کر دیا جائے تاکہ مجالس عشرہ محرم میں پڑھنے میں کوئی زحمت نہ ہو اور عشرہ کا حق بھی ادا ہو سکے۔

اس کے بعد میرا ایک دوسرا مجموعہ "عرفان رسالت" کے نام سے بھی منظر عام پر آچکا ہے جس میں سرکار دو عالمؐ کی حیات طیبہ سے بحث کی گئی ہے اور آپ کی سیرت مبارکہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

خیال تھا کہ یہ سلسلہ اسی طرح قائم رکھا جائے اور حدیث کساء کے اشارہ کے مطابق مولائے کائنات اور حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ کے حالات پر قلم اٹھایا جائے۔ لیکن بعض حضرات مومنین کے اصرار شدید پر ایک مکمل مجموعہ تیار کر دیا گیا ہے جس میں ۱۴ مجلیس اور ۱۳ مجلیس میں اور چہاردہ معصومینؑ کے حالات پر امکانی روشنی ڈال دی گئی ہے۔ انشاءاللہ یہ مجموعہ عنقریب "نظام ہدایت" کے نام سے منظر عام پر آرہا ہے۔ مسودہ تیار ہے۔ دیکھیں کب اشاعت کی توفیق ہوتی ہے۔

والسلام

السید ذیشان حیدر جوادی

۲۶ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

کنڈا

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِہِمْ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ مَنْ آذَاہَا فَقَدْ آذَانِیْ

حضور سرور کائنات اپنی دختر نیک اختر صدیقہ طاہرہ حضرت فاطمہ زہرا ؑ سلام اللہ علیہا کی عظمتوں کو ظاہر کرتے ہوئے ارشاد فرما رہے ہیں کہ میری بیٹی فاطمہ ؑ میرا ایک جزء ہے۔ جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کلام انتہائی مختصر ہے اور ظاہری اعتبار سے چند لفظوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے لیکن نگاہ غائر سے دیکھا جائے تو اسی ایجاز میں شان اعجاز ہے اسی اختصار میں مطالب کا ایک مجموعہ ہے۔ انھیں چند

لفظوں میں فضائل کا ایک سمندر ہے۔ اور اسی کوزہ میں مناقب کے دریا سمو دیے گئے ہیں۔

مرسل اعظمؐ کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے کہ آپ نے اس حدیث میں حضرت فاطمہؑ کی عظمتوں کو سمجھنے کے ہر دروازہ پہ پہرے بٹھا کر ایک نیا دروازہ کھول دیا ہے۔ فاطمہؑ مکہ و مدینہ سے نہ پہچانی جائے گی۔ فاطمہؑ رشتوں اور قرابتوں سے نہ پہچانی جائے گی فاطمہؑ کی معرفت کا ذریعہ صنف نساء کے کمالات نہیں ہیں۔ فاطمہؑ کی عظمتوں کی دلیل ہاشمی جلالت اور مطّلبی بلندی نہیں ہے فاطمہؑ کو سمجھنے کا صرف ایک ذریعہ ہے کہ مجھے پہچان لیا جائے فاطمہؑ میرا ہی ایک جزء ہے میرا ہی ایک ٹکڑا ہے مجھ سے ہٹ کر اس کی معرفت ناممکن ہے اور مجھے الگ کر کے اس کے عرفان کا تصور محال ہے فاطمہؑ کی یہی ساری عظمت ہے کہ وہ میرا جزء ہے۔ جو فاطمہؑ کو مجھ سے الگ تصور کرتا ہے وہ میری شخصیت کو ناقص خیال کرتا ہے اور جو فاطمہؑ کو جدا کر کے مجھے پہچاننا چاہتا ہے وہ نبوت کے مکمل ادراک سے محروم ہے تبلیغ کا کون سا شعبہ ہے جو فاطمہؑ کے بغیر مکمل ہو گیا اور شریعت کا کون سا منشاء ہے جس کا عکس کردار زہراؑ میں نہیں ہے۔ کیا تم نے نہیں سوچا کہ مالک کائنات نے مجھے رسالت دیکر یہ ذمہ داری عطا کر دی ہے کہ میں کائنات بشریت کو اپنے علم و عمل سے راہ حق پر لے آؤں۔ بھٹکی ہوئی انسانیت کی راہ میں علم کے چراغ اور عمل کی شمعیں روشن کر دوں۔ میں نے اعلان رسالت کے ساتھ برابر اپنی ذمہ داریوں پر پوری طرح عمل کیا۔ دنیائے انسانیت کو

بادۂ حق و صداقت کی طرف دعوت دی ذلت کے گڑھے میں گرے ہوئے انسان کو ترقی کے اوج تک پہونچایا۔ میرا ہر طرزِ عمل شریعت کا آئینہ دار اور اسلام کا عکس بردار ہے۔ لیکن میں کیا کروں کہ رب العالمین نے مجھے بشریت کے تقاضوں کی بنا پر ایک ہی صنف کا نمائندہ بنایا ہے۔ میں رسول ہر صنف بشریت کا ہوں لیکن میرا تعلق صرف ایک ہی صنف سے ہے۔ میں پیغمبر عورتوں کا بھی ہوں لیکن خود مرد ہوں۔ میرے امکان میں ہے کہ میں پوری کائنات کو شریعت کے احکام سنادوں ساری دنیا کو اسلامی تعلیمات بتادوں لیکن جب عمل کی منزل آتی ہے تو میں مردوں جیسے اعمال تو انجام دے سکتا ہوں لیکن عورتوں جیسے اعمال انجام نہیں دے سکتا۔ میں مردوں جیسی نماز تو پڑھ سکتا ہوں لیکن عورتوں جیسی نماز نہیں پڑھ سکتا۔ جہاد راہِ خدا کا عملی نمونہ پیش کر سکتا ہوں لیکن پردہ کی عملی تعلیم نہیں دے سکتا۔ اُمت کو باپ کا پیار اور بھائی کی شفقت دے سکتا ہوں لیکن ماں کی ممتا اور بہن کی محبت نہیں دے سکتا۔ ضرورت ہے کہ میرے ساتھ ایک ایسی خاتون کو رکھا جائے جو ان تمام مراحل میں میری تبلیغ کی تکمیل کرے۔ عورتوں کو شریعت کے اعمال سکھائے اور اپنے کردار کو نمونہ عمل بنادے۔ اعلان رسالت کے وقت میرے ساتھ خدیجہ جیسی بلند کردار، پاک باز خاتون موجود تھی۔ میں اس کے کردار کو نمونۂ عمل بنا سکتا تھا لیکن دشواری یہ تھی کہ خدیجہ معصوم نہیں تھیں اور اسلام میں کسی غیر معصوم کا عمل سند نہیں بنایا جا سکتا۔ ضرورت تھی کہ کوئی معصوم خاتون ہو جس کا ہر عمل نمونۂ شریعت اور ہر کردار آئینۂ مذہب ہو۔

قدرت کا کرم تھا کہ اس نے تبلیغ کی اس کمی کو فاطمہؑ کے ذریعہ پورا کر دیا اور مجھے ایک ایسی معصوم دختر عطا کر دی جس کا ہر عمل شریعت کا آئینہ دار اور ہر کردار مذہب کا ترجمان بن گیا۔ اب فاطمہؑ، فاطمہؑ نہیں ہے جزو رسالت ہے۔ فاطمہؑ کا کردار فاطمہؑ کا کردار نہیں ہے تبلیغ رسالت کی تکمیل میں میرا کردار ہے۔ اسی لئے میں نے اعلان کر دیا کہ فاطمہؑ کو مجھ سے الگ کوئی شے نہ سمجھو۔ فاطمہؑ میرا ہی ایک جز اور میرا ہی ایک ٹکڑا ہے۔ صلوات۔

مرسل اعظمؐ کے بیان سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ فاطمہؑ صاحب منصب نہ ہونے کے باوجود عصمت کبریٰ کی منزل پر فائز ہے۔ فاطمہؑ کے کسی عمل پر اعتراض کرنا رسالت پر اعتراض کرنا ہے اور فاطمہؑ کی کسی بات میں شک کرنا رسالت میں شک کرنے کے برابر ہے۔ فاطمہؑ اٹھ جائیں تو گویا رسول اٹھ گئے۔ فاطمہ بیٹھ جائیں تو گویا رسول بیٹھ گئے۔ فاطمہؑ سلام کا جواب دیدیں تو گویا رسولؐ نے جواب دے دیا اور فاطمہؑ منھ پھیر لیں تو گویا رسول نے منھ پھیر لیا۔ فاطمہؑ مسکرا دیں تو گویا رسول ہنس دیئے اور فاطمہ رونے لگیں تو گویا رسولؐ رونے لگے۔ فاطمہؑ کو خوش کرنا مرسل اعظم کو مسرور رکھنا ہے اور فاطمہؑ کو تکلیف دینا رسالت کو اذیت پہونچانا ہے۔ اب اہل انصاف خود سوچیں کہ رسولؐ کو اذیت دینے کے بعد کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں۔ صلوات

صدیقہ طاہرہؑ کی یہی عظمت تھی کہ حضور سرور کائنات نے چالیس برس کی عمر میں رسالت کا اعلان کر دیا اور تبلیغ اسلام میں مصروف ہو گئے لیکن آپ کی ساری تبلیغ اصول دین تک محدود رہی اور آپ توحید کا پیغام

سناتے رہے۔ عدل الٰہی کی ترویج کرتے رہے اپنی رسالت کا کلمہ پڑھواتے رہے۔ علیؑ کی وزارت و خلافت کا اعلان کرتے رہے۔ قیامت کا خوف دلاتے رہے لیکن فروغ دین کا کوئی پیغام نہ سنایا۔ نہ نماز کا حکم آیا، نہ روزہ کا، نہ حج کا فریضہ عائد ہوا، نہ حجاب کا۔ اس لئے کہ ابھی سے احکام پیش ہوجائیں گے تو کوئی نمونۂ عمل نہ رہے گا۔ نماز پیش ہو جائے گی۔ عورتوں کو پڑھ کر بتانے والا نہ ہوگا۔ حکم حجاب آجائے گا کوئی پردہ کرنے والا نہ ہوگا۔ رسالت انتظار کر رہی تھی کہ اپنا وہ جز ابھی آجائے جو تبلیغ رسالت کا رکن اعظم ہے تو فروع مذہب کی تبلیغ کی جائے۔ مشیت الٰہی نے بعثت کے پانچ سال بعد رسول اعظمؐ کو فاطمہؑ جیسا تحفہ عنایت فرمایا تو رفتہ رفتہ احکام کا سلسلہ شروع ہوگیا اور فاطمہؑ نے تھوڑی سی مدت میں پوری صنف کو شریعت کا مکمل آئینہ دکھا دیا۔ کردار زہراؑ ہر جہت سے حجت بن گیا اور عمل زہراؑ ہر اعتبار سے تبلیغ رسالت کی تکمیل نظر آنے لگا۔ اب فاطمہؑ ایک بیٹی کے اعتبار سے باپ کی خدمت کر رہی ہے ایک زوجہ کے اعتبار سے اپنے شوہر کی اطاعت کر رہی ہے اور ایک ماں کے لحاظ سے اپنی ماںتا کا ثبوت پیش کر رہی ہے۔

فاطمہؑ کی زندگی کا یہ وہ کمال تھا جو مادر عیسیٰ، مریم کو بھی میسر نہ ہو سکا۔ مریم عیسیٰ جیسے بیٹے کی ماں ہیں۔ عمران جیسے باپ کی بیٹی ہیں۔ لیکن مریمؑ کو کوئی شوہر نہیں ہے نتیجہ یہ ہوا کہ مریم کا کردار ایک اعتبار سے نامکمل رہ گیا۔ یہ شرف صرف فاطمہ زہراؑ کو ملا ہے کہ آپ کی عصمت کبریٰ نے زندگی کے ہر شعبہ کو مکمل کر دیا ہے آپ پیغمبرؐ جیسے باپ کی بیٹی بھی ہیں اور علیؑ جیسے شوہر کی زوجہ بھی

حسنینؑ جیسے شہزادوں کی ماں بھی ہیں۔ اور زندگی کے انھیں پہلوؤں سے نسائیت کی مکمل تفسیر بھی   اب مجھے کہنے دیجئے کہ تبلیغ کے نا تمام رہ جانے کا نام ہے مریمؑ اور تبلیغ کی تکمیل کا نام ہے فاطمہؑ۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ جب تمام دنیا تمام کے نمائندے ایک منزل پر جمع ہوں گے تو تبلیغ کامل کا نمائندہ امام ہوگا اور تبلیغ ناقص کا نمائندہ ماموم۔ اس وقت دنیا سمجھے گی کہ بنت عمران کیا ہے اور بنت محمدؐ کسے کہتے ہیں۔ درجہ مریمؑ کیا ہے اور عظمت فاطمہ زہراؑ کیا ہے۔ صلوات۔

ارباب کرم اس مقام پر ایک نکتہ اور بھی ہے جو رہ رہ کر میرے دل کو ٹھوکے دے رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ فاطمہؑ نے تبلیغ کے تمام شعبے مکمل کر دیئے لیکن ایک کسر یہ رہ گئی کہ فاطمہؑ کے سارے رشتے معصوم تھے۔ فاطمہؑ نے غیر معصوم اولاد کی پرورش ضرور کی ہے لیکن غیر معصوم شوہر کی نازبرداری نہیں کی۔ ضرورت تھی کہ کوئی ایک ایسا نمونہ بھی تاریخ میں مل جائے جہاں عصمت مطلقہ نہ سہی کردار کی ایسی عصمت ہو جو جادۂ حق سے نہ ہٹ سکتی ہو اور ایسی خدمت کا نمونہ پیش کر دے جس کی نظیر کردار معصومہ میں بھی نہ ملتی ہو۔ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اس نمونۂ عمل کو ضرور پیش کرتیں لیکن فاطمہؑ کے ساتھ کمال کی مجبوری ہے کہ معصومہ کا عقد غیر معصوم سے نہیں ہو سکتا۔ قدرت کسی معصوم کو غیر معصوم کی مطیع نہیں بنانا چاہتی۔ قدرت نے فاطمہؑ کی لاج رکھ لی اور زہراؑ کو ایک ایسی بیٹی عطا کر دی جو تبلیغ فاطمہؑ کی تکمیل بن سکے اور زندگی کے وہ تمام نمونے پیش کر سکے جو فاطمہؑ نہیں پیش کر سکیں۔ اب مجھے کہنے دیجئے کہ

کہ جتنی ضرورت تبلیغ رسولؐ کو فاطمہؑ زہرا کی تھی اتنی ہی ضرورت تبلیغ زہراؑ کو زینب کبریٰ کی تھی۔ اسی لئے تو زینبؑ کو ثانی زہراؑ کہا جاتا ہے کہ یہ نہ ہوتیں تو کارِ زہرؑا نامکمل رہ جاتا صلوات

اور یہی وجہ ہے کہ فاطمہؑ نے زینبؑ کو اس دنیا میں اپنا نمائندہ بنا کر چھوڑا اور اس نمائندگی کا راز اس وقت کھلا جب امام حسینؑ مدینہ چھوڑ کر چلنے لگے اور ایک مرتبہ ثانی زہراؑ نے آکر کہا بھیّا۔ آپ وطن سے رخصت ہو رہے ہیں ماں جائے آپ مدینہ چھوڑ رہے ہیں۔ اب مدینہ میں رہنے نہیں دیتی اور وطن ہمارے رہنے کے لائق نہیں رہ گیا تو کیا ماں جائے۔ تنہا جائیے گا اور بہن کو ساتھ نہ لے جائیے گا۔ بھیّا سوچئے آج اگر اماں زندہ ہوتیں تو آپ کو تنہا جانے دیتیں کیا اماں یہ گوارا کرتیں کہ وہ مدینہ میں رہیں اور آپ صحراؤں کا سفر کریں۔ کہا بہن مقصد کیا ہے؟ کہا بھیّا یہ زینب آپ کو اکیلے نہ جانے دے گی۔ ماں جائے مجھے ساتھ لے چلو۔ جہاں آپ رہیں گے وہیں یہ زینبؑ بھی رہے گی۔ امام حسینؑ نے فرمایا بہن۔ میری خود بھی یہی خواہش ہے اور میں چاہتا ہوں کہ جہاں رہوں تم میرے ساتھ رہو۔ حسینؑ تمہاری جدائی برداشت نہیں کر سکتا لیکن بہن مسئلہ یہ ہے کہ تم پر تمہارے شوہر جناب عبداللہ کا بھی حق ہے۔ جب تک وہ اجازت نہ دیں میں کیسے کہوں کہ تم میرے ساتھ چلو۔ جاؤ پہلے عبداللہ سے اجازت لے آؤ پھر حسینؑ تمہیں اپنے ساتھ ضرور لے چلے گا۔

ارباب عزا۔ یہ سن کر ثانی زہراؑ بیت الشرف میں آئیں۔ سر جھکا کر بیٹھ گئیں

عبداللہ تیور پہچان گئے۔ کہنے لگے۔ بنت علیؑ۔ یہ آج آپ کا کیا عالم ہے یہ چہرے پر اُداسی کیسی ہے۔ یہ حالت تباہ کیوں ہے۔ یہ آنکھوں میں آنسو کیسے ہیں۔ عرض کرتی ہیں۔ عبداللہ آپ کو معلوم ہے کہ میرا بھیا وطن چھوڑ رہا ہے اور ابن حسینؑ کو مدینہ میں نہیں رہنے دیتی۔ جناب عبداللہ نے فرمایا۔ زینب یہ تو میں نے سُنا ہے لیکن تمہاری پریشانی کا راز کیا ہے۔ اور تم نے یہ کیا حالت بنائی ہے۔ حسینؑ کے فراق کا صدمہ سب کو ہے۔ سارا مدینہ پریشان ہے۔ میرا دل خود ہی لرز رہا ہے کہ میرا مولا وطن چھوڑ کر صحراؤں میں جا رہا ہے۔ یہ گرمی۔ یہ لو۔ یہ دھوپ اور یہ سفر لیکن زینبؑ کسی کا بس کیا ہے۔ جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اب اگر حسینؑ جا رہے ہیں تو انھیں کون روک سکتا ہے مشیت الٰہی میں کس کا اختیار ہے حسینؑ مصلحت کو بہتر جانتے ہیں۔ ہمارے تمہارے اختیار میں سوائے صبر کے کیا ہے

عرض کرتی ہیں والی! یہ سب صحیح ہے لیکن آپ کو تو معلوم ہے کہ زینب نے کبھی اپنے بھائی کو تنہا نہیں چھوڑا اور یہ بہن اپنے بھیا سے جُدا نہیں ہوئی والی! اگر حسینؑ تنہا چلے گئے تو زینب جی نہ سکے گی۔ میرے لئے یہ تصور ہی موت کے برابر ہے کہ حسینؑ چلے جائیں اور میں مدینہ میں رہ جاؤں۔

فرمایا۔ دختر زہراؑ! پھر ارادہ کیا ہے۔ کہا والی اجازت دو کہ میں اپنے بھائی کے ساتھ چلی جاؤں اور جہاں میرا بھیا رہے میں وہیں رہوں۔

عبداللہ نے فرمایا بنت علیؑ! یہ آپ مجھ سے کیوں فرما رہی ہیں۔ اس مسئلہ میں تو آپ کو مولا ہی سے بات کرنی چاہیئے تھی۔ اگر وہ لے جانے

کے لئے تیار ہیں تو مجھے روکنے کا کیا حق ہے ـــــــ فرماتی ہیں عبداللہؓ! میں نے اپنے ماں جائے سے عرض کیا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ زینب میں تو خود بھی تم کو لے جانا چاہتا ہوں لیکن کیا کروں تم پر تمہارے شوہر کا حق ہے جب تک عبداللہ اجازت نہ دیدیں۔ میں تمہیں نہیں لے جا سکتا۔ یہ سننا تھا کہ عبداللہ تڑپ گئے فرماتے ہیں۔ زینب یہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ بنت علیؑ! یہ تم نے کیا غضب کیا۔ جب آقا لے جانے کیلئے تیار ہیں تو میں کون روکنے والا۔ لیکن زینب مجھے حالات بہت خطرناک دکھائی دے رہے ہیں۔ اس سفر کا انجام کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایسا کیوں نہ کرو کہ اگر مولا جانے ہی پر تیار ہیں تو میرے بچوں کو اپنے ہمراہ لیتی جاؤ۔ شاید کبھی ضرورت پڑ جائے تو میرے بچے کام آجائیں گے ـــــــ زینب کو اجازت ملی خوشی خوشی بھائی کی خدمت میں آئیں۔ بھیاؑ عبداللہ نے اجازت دیدی ہے۔ اب آپ کا کیا حکم ہے حسینؑ نے فرمایا بہن تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے میری مرضی بھی یہی ہے۔ پروردگار کی مشیت بھی یہی ہے اور بہن میں نانا کی قبر پر رخصت ہونے گیا تھا تو نانا نے بھی آواز دی کہ میرے حسینؑ تنہا نہ جانا بچوں کو ساتھ لے کر جانا۔ بہن اب سامان سفر تیار کرو تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔ بہن آج اگر اماں ہوتیں تو مجھے تنہا نہ چھوڑتیں۔ اب تم ثانی زہراؑ ہو تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔

ارباب عزا زینب چلیں اور حسینؑ کے ساتھ رہیں یہاں تک کہ جب کربلا میں عصر عاشور امام حسینؑ رخصت آخر کے وقت اہل حرم کو سلام کر کے

کے لئے تیار ہیں تو مجھے روکنے کا کیا حق ہے ـــــــ فرماتی ہیں عبداللہؓ! میں نے اپنے ماں جائے سے عرض کیا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ زینب میں تو خود بھی تم کو لے جانا چاہتا ہوں لیکن کیا کروں تم پر تمہارے شوہر کا حق ہے جب تک عبداللہؓ اجازت نہ دیدیں۔ میں تمہیں نہیں لے جا سکتا۔ یہ سننا تھا کہ عبداللہؓ تڑپ گئے فرماتے ہیں۔ زینب یہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ بنت علیؑ! یہ تم نے کیا غضب کیا۔ جب آقا لے جانے کیلئے تیار ہیں تو میں کون روکنے والا۔ لیکن زینب مجھے حالات بہت خطرناک دکھائی دے رہے ہیں۔ اس سفر کا انجام کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایسا کیوں نہ کرو کہ اگر مولا جانے ہی پر تیار ہیں تو میرے بچوں کو اپنے ہمراہ لیتی جاؤ۔ شاید کبھی ضرورت پڑ جائے تو میرے بچے کام آ جائیں گے ـــــــ زینب کو اجازت ملی بخوشی خوشی بھائی کی خدمت میں آئیں۔ بھیا! عبداللہ نے اجازت دیدی ہے۔ اب آپ کا کیا حکم ہے حسینؑ نے فرمایا بہن تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے میری مرضی بھی یہی ہے۔ پروردگار کی مشیت بھی یہی ہے اور بہن میں نانا کی قبر پر رخصت ہونے گیا تھا تو نانا نے بھی آواز دی کہ میرے حسینؑ تنہا نہ جانا بچوں کو ساتھ لے کر جانا۔ بہن اب سامان سفر تیار کرو تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔ بہن آج اگر اماں ہوتیں تو مجھے تنہا نہ چھوڑتیں۔ اب تم ثانی زہراؑ ہو تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔

ارباب عزا زینب چلیں اور حسینؑ کے ساتھ رہیں یہاں تک کہ جب کربلا میں عصر عاشور امام حسینؑ رخصت آخر کے وقت اہل حرم کو سلام کرکے

عبداللہ تیور پہچان گئے۔ کہنے لگے۔ بنت علیؑ۔ یہ آج آپ کا کیا عالم ہے یہ چہرے پر اُداسی کیسی ہے۔ یہ حالت تباہ کیوں ہے۔ یہ آنکھوں میں آنسو کیسے ہیں۔ عرض کرتی ہیں۔ عبداللہ آپ کو معلوم ہے کہ میرا بھیا وطن چھوڑ رہا ہے اور امت حسینؑ کو مدینہ میں نہیں رہنے دیتی۔ جناب عبداللہ نے فرمایا۔ زینب یہ تو میں نے سُنا ہے لیکن تمہاری پریشانی کا راز کیا ہے۔ اور تم نے یہ کیا حالت بنائی ہے۔ حسینؑ کے فراق کا صدمہ سب کو ہے۔ سارا مدینہ پریشان ہے۔ میرا دل خود ہی لرز رہا ہے کہ میرا مولا وطن چھوڑ کر صحراؤں میں جا رہا ہے۔ یہ گرمی۔ یہ لُو۔ یہ دھوپ اور یہ سفر۔ لیکن زینبؑ کسی کا بس کیا ہے۔ جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اب اگر حسینؑ جا رہے ہیں تو انہیں کون روک سکتا ہے مشیت الٰہی میں کس کا اختیار ہے حسینؑ مصلحت کو بہتر جانتے ہیں۔ ہمارے تمہارے اختیار میں سوائے صبر کے کیا ہے

عرض کرتی ہیں والی! یہ سب صحیح ہے لیکن آپ کو تو معلوم ہے کہ زینب نے کبھی اپنے بھائی کو تنہا نہیں چھوڑا اور یہ بہن اپنے بھیا سے جُدا نہیں ہوئی والی! اگر حسینؑ تنہا چلے گئے تو زینب جی نہ سکے گی۔ میرے لئے یہ تصور ہی موت کے برابر ہے کہ حسینؑ چلے جائیں اور میں مدینہ میں رہ جاؤں۔

فرمایا۔ دختر زہراؑ! پھر ارادہ کیا ہے۔ کہا والی اجازت دو کہ میں اپنے ماںجائے کے ساتھ چلی جاؤں اور جہاں میرا بھیا رہے میں وہیں رہوں۔

عبداللہ نے فرمایا بنت علیؑ! یہ آپ مجھ سے کیوں فرما رہی ہیں۔ اس مسئلہ میں تو آپ کو مولا ہی سے بات کرنی چاہیئے تھی۔ اگر وہ لے جانے

کے لئے تیار ہیں تو مجھے روکنے کا کیا حق ہے ــــــ فرماتی ہیں عبداللہ! میں نے اپنے مانجائے سے عرض کیا تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ زینب میں تو خود بھی تم کو لے جانا چاہتا ہوں لیکن کیا کروں تم پہ تمہارے شوہر کا حق ہے جب تک عبداللہ اجازت نہ دیدیں۔ میں تمہیں نہیں لے جا سکتا۔ یہ سننا تھا کہ عبداللہ تڑپ گئے فرماتے ہیں۔ زینب یہ تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔ بنت علیؑ! یہ تم نے کیا غضب کیا۔ جب آقا لے جانے کیلئے تیار ہیں تو میں کون روکنے والا۔ لیکن زینب مجھے حالات بہت خطرناک دکھائی دے رہے ہیں۔ اس سفر کا انجام کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ ایسا کیوں نہ کرو کہ اگر مولا جانے ہی پر تیار ہیں تو میرے بچوں کو اپنے ہمراہ لیتی جاؤ۔ شاید کبھی ضرورت پڑ جائے تو میرے بچے کام آ جائیں گے ــــــ زینب کو اجازت ملی خوشی خوشی بھائی کی خدمت میں آئیں۔ بھیاؑ عبداللہ نے اجازت دیدی ہے۔ اب آپ کا کیا حکم ہے حسینؑ نے فرمایا بہن تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے میری مرضی بھی یہی ہے۔ پروردگار کی مشیت بھی یہی ہے اور بہن میں نانا کی قبر پر رخصت ہونے گیا تھا تو نانا نے بھی آواز دی کہ میرے حسینؑ تنہا نہ جانا بچوں کو ساتھ لے کر جانا۔ بہن اب سامان سفر تیار کرو تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔ بہن آج اگر اماں ہوتیں تو مجھے تنہا نہ چھوڑتیں۔ اب تم ثانی زہراؑ ہو تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔

ارباب عزا زینب چلیں اور حسینؑ کے ساتھ رہیں یہاں تک کہ جب کربلا میں عصر عاشور امام حسینؑ رخصت آخر کے وقت اہل حرم کو سلام کر کے

بیمار بیٹے کو الوداع کہہ کر اپنے شیعوں کو سلام کہلوا کے چلنے لگے تو فضہ نے آکر آواز دی شہزادے ٹھہریے آپ کو بہن یاد کر رہی ہیں۔ امام حسینؑ پلٹے ادھر فرمایا بہن تم نے تو رخصت کر دیا تھا۔ اب کیوں یاد کیا ؟ میری پیاری بہن! مجھے جانے دو اب قربانی کا وقت قریب آگیا ہے۔ دل زینب نے آواز دی بھیا میں مرنے سے نہیں روکتی۔ میرے ماں جائے جاؤ جان کو قربان کرو اور اپنے کو سرخرو بناؤ ماں جائے مجھے اماں کی ایک وصیت یاد آگئی ہے۔ مادر گرامی نے مجھے گود میں لے کر فرمایا تھا زینب جب میرا حسینؑ رخصت آخر کے لئے آئے تو تم میری طرف سے اس کے گلے کے بوسے لے لینا۔ بھیا ذرا بند قبا تو کھولئے۔ حسینؑ نے بند قبا کھولے زینبؑ نے گلے کے بوسے لئے فرمایا، بہن اب ذرا شانوں سے ردا اٹھا دو۔ زینبؑ نے ردا اٹھائی حسینؑ نے بازوؤں کے بوسے لئے۔ زینب نے تڑپ کر کہا ماں جائے یہ کیا۔ حسینؑ نے کہا بہن تھوڑی دیر کے بعد اس گلے پر شمر کا خنجر چلے گا اور ان بازوؤں میں رسیاں باندھی جائیں گی۔

لوعزادارو۔ گیارہ محرم کی صبح آئی حسین کی پیشنگوئی پوری ہوئی زینبؑ اسیر ہوئیں۔ بازوؤں میں رسیاں بندھیں۔ ہائے وہ کوفہ و شام کے بازار وہ یزید و ابن زیاد کے دربار اور وہ علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹیاں ــــــ!

شامیاں لبستند بازو زینبؑ و کلثومؑ را
اے فلک ایں ابتدا ایں انتہائے اہلبیتؑ

الا لعنۃ اللہ علی القوم الظالمین

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامْ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنْ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِہِمْ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ مَنْ آذَاہَا فَقَدْ آذَانِیْ

سرکار دو عالم کا ارشاد گرامی ہے فاطمہؑ میری پارۂ جگر اور میرا ایک ٹکڑا ہے۔ فاطمہؑ کی مسرت میری مسرت ہے اور فاطمہؑ کی اذیت میری اذیت" حدیث مبارک نے یہ واضح کر دیا ہے کہ سرکار دو عالم کی نظر میں فاطمہؑ کا واحد تعلق صرف رسالت سے ہے اور فاطمہؑ کی معرفت کا واحد ذریعہ سرکار کی ذات گرامی کی معرفت ہے۔ فاطمہؑ کی عظمتوں کو پہچاننا ہے تو حضور سرور کائنات کی عظمتوں پر نظر کرو۔ اور فاطمہؑ کی بلندیوں کا اندازہ کرنا ہے تو صاحب معراج کی بلندیوں کا اندازہ کرو۔

دنیا کا قاعدہ ہے کہ ہر جزء اپنے کل کے ذریعہ پہچانا جاتا ہے۔ آپ ہندوستان کے رہنے والے ہیں تو آپ کی ملکی عظمت کو وہ پہچانے گا جو ہندوستان

کی عظمت کو جانتا ہو۔ آپ سادات کرام میں ہیں تو آپ کی نسلی شرافت کا اندازہ وہی شخص کرے گا جو سیادت کی بلندیوں سے واقف ہو گا آپ سرمایہ دار طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ کی معاشی برتری کو وہی شخص پہچانے گا جو سرمایہ داری کی قدر و قیمت سے باخبر ہو گا۔ آپ اردو زبان کے بولنے والے ہیں تو آپ کی لسانی جلالت کا وہی قائل ہو گا جو اردو زبان کے لئے کسی جلالت کا قائل ہو گا۔ غرض دنیا میں کسی بھی جزء کو پہچاننا ہے تو اُس کے کل کی عظمتوں کا اندازہ کرنا ہو گا اور اسی کے اعتبار سے یہ سوچنا ہو گا کہ یہ جزء کس چیز کا جزء ہے اور اس کا تعلق کل مجموعہ سے ہے حضور سرورِ کائنات نے بھی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو اپنا جزء قرار دیا ہے۔ اور اُن کے کمال کو اپنے کمال کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ اب اگر پیغمبرؐ کی ذات کسی ایک صفت یا ایک کمال کی حامل ہوگی تو فاطمہؑ تنہا اس کمال کا جزء ہوں گی اور اگر حضور کی ذات ہر کمال و جمال کی حامل ہے تو ماننا پڑے گا کہ فاطمہؑ بھی ہر کمال و جمال پیغمبرؐ کا ایک جزء ہے صلوات

دوسری لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر حضور سرورِ کائنات رسول ہیں تو فاطمہؑ رسالت کا ٹکڑا ہے اور اگر حضور صادق و امین ہیں تو فاطمہؑ صداقت و امانت کا ٹکڑا ہے اگر حضور سخی و کریم ہیں تو فاطمہؑ سخاوت و کرم کا ٹکڑا ہے۔ اگر حضور صاحب معراج ہیں تو فاطمہؑ عروج نبوت کا ٹکڑا ہے۔ اگر حضور رحمۃٌ للعالمین ہیں تو فاطمہؑ رحمت کا ٹکڑا ہے اور جب فاطمہؑ ہر جہت سے رسول اکرمؐ ہی کا ایک جزء ہے تو ماننا پڑے گا کہ جزء کے بغیر کوئی کل مکمل بھی نہیں ہو سکتا

عمارت میں ایک اینٹ بھی رہ جائے تو عمارت ناقص ہے۔ منبر میں ایک لکڑی بھی رہ جائے تو منبر نا تمام ہے۔ فرش کا ایک گوشہ بھی پھٹ جائے تو فرش ناقص ہے اب دنیائے اسلام کو سوچنا پڑے گا کہ فاطمہ زہرا بھی رسالت کا ایک جزو ہے تو کیا فاطمہ کو الگ کرنے کے بعد رسالت تمام دکامل ہو سکتی ہے؟

شاید یہی وجہ ہے کہ رسالت نے ہر لمحہ اور ہر موقع پر فاطمہ کی ضرورت محسوس کی۔ اور دنیا کو بتا دیا کہ فاطمہ کے بغیر رسالت کا کمال نامکمل ہے ابتر کے طعنوں سے بچنے کی ضرورت پڑی تو فاطمہ ذریعہ بنی۔ ضعف کو قوت سے بدلنے کی ضرورت پڑی تو چادر زہرا ذریعہ بنی۔ مباہلہ کی مہم سر کرنا ہوئی تو زہرا کی ضرورت پڑی۔ اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب رسالت کو ہر قدم پر فاطمہ کی ضرورت ہے تو رسالت کا کلمہ پڑھنے والے کیونکر فاطمہ سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ ماننا پڑے گا کہ اگر تبلیغ کی تکمیل میں رسول کو فاطمہ کی ضرورت ہے تو ایمان کی تکمیل میں مسلمان کو بھی زہرا کی ضرورت ہے۔ صلوات

میں نے جزو اور کل کی جو مثالیں دی ہیں ان سے واضح ہو گیا ہے کہ جو جس کل کی طرف منسوب ہو گا وہ ویسی ہی عظمت کا حامل ہو گا اور اس کی اتنی ہی برتری کا تصور کیا جا سکتا ہے اس اعتبار سے جب میں تاریخ کائنات پر نظر کرتا ہوں تو مجھے دنیائے اسلام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے بلند تر کوئی شخصیت نظر نہیں آتی آپ اسلام کی مبلغ اور بانی اسلام کی مصدق تھیں۔ آپ نے اس وقت ایمان و اسلام کا اعلان کیا جب کوئی اسلام لانے والا نہ تھا اس

کی عظمت کو جانتا ہو۔ آپ سادات کرام میں ہیں تو آپ کی نسلی شرافت کا اندازہ وہی شخص کرے گا جو سیادت کی بلندیوں سے واقف ہو گا آپ سرمایہ دار طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں تو آپ کی معاشی برتری کو وہی شخص پہچانے گا جو سرمایہ داری کی قدر و قیمت سے باخبر ہو گا۔ آپ اردو زبان کے بولنے والے ہیں تو آپ کی لسانی جلالت کا وہی قائل ہو گا جو اردو زبان کے لیے کسی جلالت کا قائل ہو گا۔ غرض دنیا میں کسی بھی جزء کو پہچاننا ہے تو اُس کے کل کی عظمتوں کا اندازہ کرنا ہو گا اور اسی کے اعتبار سے یہ سوچنا ہو گا کہ یہ جزء کس چیز کا جزء ہے اور اس کا تعلق کل مجموعہ سے ہے حضور سرورِ کائنات نے بھی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو اپنا جزء قرار دیا ہے۔ اور اُن کے کمال کو اپنے کمال کا ایک حصہ قرار دیا ہے۔ اب اگر پیغمبرؐ کی ذات کسی ایک صفت یا ایک کمال کی حامل ہو گی تو فاطمہؑ تنہا اس کمال کا جزء ہوں گی اور اگر حضورؐ کی ذات ہر کمال و جمال کی حامل ہے تو ماننا پڑے گا کہ فاطمہؑ بھی ہر کمال و جمال پیغمبرؐ کا ایک جزء ہے صلوات

دوسری لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ اگر حضور سرورِ کائنات رسول ہیں تو فاطمہؑ رسالت کا ٹکڑا ہے اور اگر حضور صادق و امین ہیں تو فاطمہؑ صداقت و امانت کا ٹکڑا ہے اگر حضور سخی و کریم ہیں تو فاطمہؑ سخاوت و کرم کا ٹکڑا ہے۔ اگر حضور صاحب معراج ہیں تو فاطمہؑ عروج نبوت کا ٹکڑا ہے۔ اگر حضور رحمۃ للعالمین ہیں تو فاطمہؑ رحمت کا ٹکڑا ہے اور جب فاطمہؑ ہر جہت سے رسول اکرمؐ ہی کا ایک جزء ہے تو ماننا پڑے گا کہ جزء کے بغیر کوئی کل مکمل بھی نہیں ہو سکتا

عمارت میں ایک اینٹ بھی رہ جائے تو عمارت ناقص ہے۔ ممبر میں ایک لکڑی بھی رہ جائے تو ممبر ناتمام ہے۔ فرش کا ایک گوشہ بھی پھٹ جائے تو فرش ناقص ہے اب دنیائے اسلام کو سوچنا پڑے گا کہ فاطمہ زہراؑ بھی رسالت کا ایک جزو ہے تو کیا فاطمہؑ کو الگ کرنے کے بعد رسالت تمام دکامل ہو سکتی ہے؟

شاید یہی وجہ ہے کہ رسالت نے ہر لمحہ اور ہر موقع پر فاطمہؑ کی ضرورت محسوس کی۔ اور دنیا کو بتا دیا کہ فاطمہؑ کے بغیر رسالت کا کمال نامکمل ہے ابتر کے طعنوں سے بچنے کی ضرورت پڑی تو فاطمہؑ ذریعہ بنی۔ ضعف کو قوت سے بدلنے کی ضرورت پڑی تو چادر زہراؑ ذریعہ بنی۔ مباہلہ کی مہم سر کرنا ہوئی تو زہراؑ کی ضرورت پڑی۔ اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب رسالت کو ہر قدم پر فاطمہؑ کی ضرورت ہے تو رسالت کا کلمہ پڑھنے والے کیونکر فاطمہؑ سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ ماننا پڑے گا کہ اگر تبلیغ کی تکمیل میں رسولؐ کو فاطمہؑ کی ضرورت ہے تو ایمان کی تکمیل میں مسلمان کو بھی زہراؑ کی ضرورت ہے۔ صلوات

میں نے جزو اور کل کی جو مثالیں دی ہیں ان سے واضح ہو گیا ہے کہ جو جس کل کی طرف منسوب ہو گا وہ ویسی ہی عظمت کا حامل ہو گا اور اس کی اتنی ہی برتری کا تصور کیا جا سکتا ہے اس اعتبار سے جب میں تاریخ کائنات پر نظر کرتا ہوں تو مجھے دنیائے اسلام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے بلند تر کوئی شخصیت نظر نہیں آتی آپ اسلام کی مبلغ اور بانی اسلام کی مصدق تھیں۔ آپ نے اس وقت ایمان واسلام کا اعلان کیا جب کوئی اسلام لانے والا نہ تھا اس

وقت رسول اعظمؐ کی تصدیق کی جب کہ دنیا انکار پر تُلی ہوئی تھی۔ اس وقت اپنا مال حضور کے قدموں پر لٹا دیا جب دنیا لوٹ مار کر خوگر بنی ہوئی تھی۔ آپ کو رب العالمین نے زوجیت رسولؐ کے ساتھ یہ شرف بھی عنایت فرمایا ہے کہ آپ کے ذریعہ حضور اکرمؐ کو صاحب اولاد بنایا ہے اور آپ کی برکت سے نبوت کی زندگی سے ابتر کے طعنے کا خاتمہ ہوا ہے اس کے باوجود جب مورخ آپ کی عظمتوں کا حساب لگاتا ہے تو اس منزل پر آکر قلم توڑ دیتا ہے کہ خدیجہ ملیکۃ العرب تھیں یعنی خدیجہ کی عظیم الشان شخصیت کو عرب کی طرف منسوب کر دیا گیا اب جتنی عظمت ملک عرب میں ہوگی اتنی ہی عظمت ملیکۃ العرب۔ جتنی دولت ملک عرب میں ہوگی اسی اعتبار کی دولت و ثروت ملیکۃ العرب کی ہوگی اور اس طرح مجھے کہنے کا موقع ہوگا کہ تاریخ اسلام نے خدیجہ کو ان کی عظمتوں سمیت عرب کی طرف منسوب کیا ہے اور مرسل اعظمؐ نے فاطمہؑ کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ خدیجہؑ سب کچھ ہیں لیکن بضعۃ الرسولؐ نہیں ہیں۔ اور فاطمہؑ اور خدیجہ میں یہ بنیادی فرق ہے کہ خدیجہ عرب کی شہزادی ہیں رسالت کی شہزادی نہیں اور فاطمہؑ عرب کی شہزادی کی نور نظر بھی ہیں اور رسالت کے بادشاہ کی لخت جگر بھی۔ صلوات

جزو اور کل کے فلسفہ سے باخبر افراد یہ بھی جانتے ہیں کہ کوئی کل اپنے اجزاء کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا اور کل کا مطلب ہی یہ ہے کہ اسے اپنے اجزاء کی ضرورت ہے۔ آپ شکر اور پانی ملا کر شربت بناتے ہیں۔ تو شکر اور پانی ہیں اجزاء اور شربت ہے ان کا کل۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ شربت تیار ہو جائے اور شکر یا پانی کی

ضرورت نہ پڑے۔ ناممکن ہے۔ کل اگر کل ہے تو اسے اجزا کی بہرحال ضرورت ہوگی اور یہ کل کا عیب نہیں ہے بلکہ اجزا کا حسن اکثر اوقات اس کے حسن کو اور دوبالا کر دیتا ہے۔ احتیاج ضرورت کمزوری ضرور ہے لیکن یہ ہر ممکن کی شان ہے اس میں ممکنات کے لئے نہ کوئی نقص ہے اور نہ عیب جو احتیاج سے بالاتر ہوگا وہ ممکن نہیں ہوگا بلکہ واجب ہو جائے گا اور واجب الوجود رب العالمین کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ ماننا پڑے گا کہ عالم امکان میں جو بھی کل کی حیثیت رکھتا ہے اسے اپنے اجزا کی ضرورت ہوگی اور یہ نہ کوئی نقص ہوگا اور نہ کمزوری — اور شاید یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے سارے مسلمانوں سے مختلف طرح رشتے قائم کئے کسی کو صحابی بنایا کسی کو سفیر۔ کسی کو کاتب بنایا کسی کو معتمد۔ کسی کو مبلغ بنایا کسی کو مجاہد۔ کسی کو معلم بنایا کسی کو مدرس۔ لیکن امت والوں سے کوئی رشتہ نہیں قائم کیا تو وہ جزء اور کل کا رشتہ ہے آپ نے نہ کسی کو اپنی ذات گرامی کا جزء بنایا ہے اور نہ اپنی ذات گرامی کو کسی کا جزء قرار دیا ہے تاکہ رسالت کو کسی کی احتیاج نہ رہ جائے۔ یہ رشتہ صرف اپنے اہلبیتؑ کے لئے مخصوص کیا ہے کہ ان کے لئے اعلان کیا ہے کہ علیؑ میرا جزء ہے۔ حسنؑ میرا جزء ہے۔ حسینؑ میرا جزء ہے۔ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے ان کے علاوہ کوئی میرا جزء نہیں ہے۔ سلمان اہلبیتؑ میں شامل کر لئے گئے لیکن جزء رسالت نہیں بنائے گئے مطلب یہ ہے کہ رسالت پیغمبرؐ ہر سلمان سے بے نیاز ہو سکتی ہے۔ ہر صحابی سے بے نیاز ہو سکتی ہے لیکن اہلبیتؑ اطہار سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ صلوات

یہ اجزاء رسالت ہیں۔ یہ رسالت کا افتخار ہیں۔ یہ رسالت کا سرمایہ ہیں۔ اور حدیث قدسی نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ رسالت کا معدن ہیں اب آپ ہی بتایئے کہ کیا کوئی گوہر اپنے معدن سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ کیا کہیں جواہرات کان سے ہٹ کر بھی پیدا ہو سکتے ہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو ماننا پڑے گا کہ دنیا کی احتیاج رسالت کے لئے سبب ہے لیکن اہلبیتؑ کی ضرورت رسالت کا سرمایہ افتخار ہے صلوات

معدن رسالت کے لفظ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اہلبیتؑ کی ضرورت صرف سرکار دو عالمؐ کی رسالت کو نہیں ہے بلکہ جہاں جہاں تک رسالت کا سلسلہ پھیلا ہوا ہے وہاں وہاں اہلبیتؑ کی عظمت اور ان کی مرکزیت مسلم ہے آدمؑ کی نبوت بھی اہلبیتؑ سے متعلق ہے اور نوحؑ کی رسالت بھی۔ ابراہیمؑ کی خلت بھی اہلبیتؑ سے متعلق ہے اور موسٰیؑ کی ہیبت بھی یوسفؑ کا حسن بھی اہلبیتؑ سے متعلق ہے اور عیسٰیؑ کی مسیحائی بھی۔

حد یہ ہے کہ خود مرسل اعظمؐ کا بھی نام زندہ ہے تو اسی نور کے صدقہ میں۔ آپ کا بھی پیغام باقی ہے تو اسی نور کی بدولت اور صبح قیامت تک آپ کا کلمہ زندہ رہے گا تو اسی نور اقدس کے طفیل میں۔ صلوات

یہی وجہ ہے کہ سرور کائناتؐ نے اپنے ذاتی امور اور دنیاوی کام تنہا انجام دے لئے ہیں لیکن جب رسالت کا سوال اٹھا ہے تو آپ نے کسی مہم کو اہلبیتؑ کے بغیر سر نہیں کیا۔

مباہلہ کی آیت نے نازل ہو کر واضح کر دیا کہ دین و مذہب و رسالت

ونبوت اور قرآن واسلام کو کسی کی ضرورت ہے تو صرف اہلبیتؑ کی۔ اہلبیتؑ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے جو رسالت کے آڑے وقتوں میں کام آسکے اور اہلبیتؑ کے بعد بھی کوئی ایسا نہیں ہے جس کی تبلیغ رسالت کو کوئی ضرورت ہو۔ صلوات

مباہلہ میں اہلبیتؑ کے ساتھ جانے اور دعائے رسولؐ پر آمین کہنے کا راز یہی تھا کہ رسولؐ اکرم دنیا پر واضح کردیں کہ جب تک رسالت کے یہ اجزا موجود ہیں مرسل اعظمؐ کو نہ کسی صحابی کی ضرورت ہے اور نہ زوجہ کی کسی کلمہ گو کی احتیاج ہے نہ جاں نثار کی یہ تنہا ہی وقار رکھانے کے لئے کافی ہیں اگر کوئی کافی ہے تو اہلبیتؑ ہیں قرآن نہیں۔ صلوات

آیت قل کفیٰ نے بھی کھل کر واضح کردیا کہ اشھد ان محمداً رسول اللہ کہنے والے بیشمار ہیں لیکن رسالت کے واقعی گواہ صرف دو ہیں خدا اور وہ بندۂ خدا جو حامل علم کتاب ہے اس لئے کہ سب اپنے ایمان اور اپنی نجات کے لئے گواہی دیتے ہیں اور ان دونوں کی گواہی رسالت کی عزت اور اس وقار کے لئے ہے اور کھلی ہوئی بات ہے کہ اپنے مفاد کے لئے گواہی دینا اور ہوتا ہے اور رسالت کے فائدے کے لئے گواہی دینا اور صلوات

کربلا کا اتنا عظیم واقعہ اسی دین الٰہی کے تحفظ کی خاطر پیش آیا تھا اور امام حسینؑ نے اتنی بڑی قربانی اسی عظیم مقصد کے لئے دی تھی۔

یزید کی آواز تھی کہ رسالت بنی ہاشم کا کھیل ہے۔ آسمان سے نہ کوئی وحی نازل ہوئی ہے نہ خبر۔۔۔ اور امام حسینؑ کا اعلان تھا کہ دین الٰہی ایک حقیقت

ہے جسے مٹایا نہیں جاسکتا چنانچہ آپ اسی عزم کے ساتھ اُٹھے اور یہ کہہ کر اُٹھے کہ اگر دین محمد کو استحکام حاصل نہیں ہوتا جب تک میرا گلا کٹ نہ جائے تو آؤ تلوار والو آؤ یہ گلا حاضر ہے حسین گلا دے سکتا ہے لیکن دین محمد کا دغا نہیں دے سکتا۔ مجھے معلوم ہے کہ اس دین کو میرے آباؤ اجداد نے بڑی زحمتوں سے پالا ہے۔ اس کی خاطر نانا کو کانٹوں پر چلنا پڑا ہے اس کی خاطر پدر بزرگوار کا سر اقدس شگافتہ ہوا ہے۔ اس کی خاطر مادر گرامی کا پہلو شکستہ ہوا ہے۔ اس کی خاطر بھائی حسنؑ کو زہر دغا پینا پڑا ہے اب یہ کیسے ممکن ہے کہ دین مٹتا رہے اور حسینؑ دیکھتا رہے۔ اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہے اور نبیؐ کا لال تماشا دیکھ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حالات حد سے آگے بڑھ گئے اور ظالم یزید نے بیعت کا مطالبہ کر دیا تو پیغمبرؐ کا لال سر ہتھیلی پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ۲۸ رجب کی رات تھی جب پہلے نانا کی قبر پر آ کر آواز دی نانا آپ کی امت نے بہت ستایا ہے۔ نانا اب یہ وطن رہنے کے قابل نہیں رہ گیا۔ نانا کیا ممکن نہیں ہے کہ اپنے پاس حسینؑ کو بھی بلا لیجئے آواز آئی۔ میرے لال تجھے یہاں بلاؤں تو کربلا کون جائے گا۔ حسینؑ تمہیں قبر میں بلالوں تو میرا دین کون بچائے گا۔ حسینؑ اٹھو۔ میرے لال اٹھو قربانی کا عزم لے کر اٹھو اور سر کٹا کر میرا دین بچا لو —— بیٹا تجھے یاد ہے کہ جب میں اسلام کی حفاظت کے لئے اٹھا تھا تو تنہا نہیں اٹھا تھا۔ گودی میں تجھے لیا تھا۔ انگلی پکڑ کے تیرے بھیا حسنؑ کو لیا تھا میرے پیچھے میری بیٹی فاطمہؑ تھیں۔ فاطمہؑ کی پشت پر میرا پشت پناہ علیؑ تھا۔ میرے لال تم بھی اٹھنا تو تنہا نہ اٹھنا۔ نانا کی

شان سے اُٹھنا۔ مباہلہ کے انداز سے اٹھنا۔ بچوں کو ساتھ لے کر اٹھنا۔ تاکہ ضرورت پڑے تو بھرے گھر کی قربانی دی جا سکے اور اسلام کو قیامت تک کی زندگی عطا کی جا سکے ــــــ میرے حسینؑ میں نے تمہیں لیا تھا تم اپنی گودی میں اپنے لال کو لینا۔ میرے لال میں نے حسنؑ کو لیا تھا تم حسنؑ کی جان قاسم کو لینا بیٹا میں نے اپنی زہراؑ کو لیا تھا تم ثانی زہراؑ زینبؑ کو لینا۔ میرے فرزند میں نے اپنے قوت بازو علیؑ کو لیا تھا تم اپنے قوت بازو عباسؑ کو لینا اور بیٹا دیکھو میری جگہ پر میری شبیہ علی اکبرؑ کو بھی ساتھ لے لینا تاکہ کربلا کے معرکہ میں حق و باطل اور اسلام و کفر کا آخری فیصلہ ہو جائے۔ نانا کا اشارہ پاکر حسینؑ اُٹھے اور بڑے اہتمام کے ساتھ اُٹھے۔ مردوں میں لیا تو ان بچوں اور جوانوں کو لیا جو کربلا کی خاک پر گلا کٹا کر سو سکیں اور اہل حرم میں لیا تو ان ہستیوں کو لیا جو بر وقت یزید کی اس آواز کا مقابلہ کر سکیں اور بھرے دربار میں یزید کے اس نعرہ کا جواب دے سکیں چنانچہ تاریخ کربلا گواہ ہے کہ امام حسینؑ کے اہل حرم نے اپنے فرض کو مکمل طور پر انجام دیا اور باطل کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رسوا کر دیا۔ کیا دنیا اس موقع کو بھلا دے گی جب یزید کے بھرے دربار میں امام حسینؑ کے اہل حرم رسن بستہ کھڑے تھے اور یزید ملعون ناسزا کلمات کہہ کر اہلبیتؑ کا دل دکھا رہا تھا۔ اہلبیتؑ کا کمال صبر و تحمل تھا کہ سارے فقرے سُن لئے اور کوئی جواب نہیں دیا لیکن جب بیحیائی اس منزل پر پہونچ گئی کہ یزید نے دین الٰہی کا مذاق اڑانا شروع کر دیا تو ثانی زہراؑ نے پُرزور لہجہ میں ڈانٹ کر یزید کو خاموش کر دیا۔ یزید تجھے یہ خدا

کا مذاق اڑانے کا حق نہیں ہے۔ یاد رکھ تو ہمارے ذکر کو مٹا نہیں سکتا اور ہماری وحی کو مردہ نہیں بنا سکتا یزید نے یہ سن تو لیا لیکن ظالم کا جذبہ انتقام خاموش نہیں بیٹھا اور ایک خطیب کو منبر پر بھیج دیا تاکہ اہلبیتؑ کو برا بھلا کہے ضمیر فروش خطیب تقریر کرتا رہا اور اہلبیتؑ کی توہین کرتا رہا جیسے ہی خطیب تقریر کر کے منبر سے اترا امام زین العابدین علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے فرمایا اے یزید لعن! کیا ہمیں بھی اجازت ہے؟

یزید لعن نے کہا نہیں! اہل دربار بگڑ گئے۔ امیر! اجازت دیدے۔ ایک عرصہ سے ہم نے بنی ہاشم کا لہجہ نہیں سنا ہے۔ یزید لعن نے اجازت دی۔ بیمار کربلا نے خطبہ شروع کیا اور حمد وثنائے الہی کے بعد تعارف کرایا درباروالو! میں محمد مصطفےٰ کا لال ہوں۔ میں علی مرتضیٰؑ کا فرزند ہوں۔ میں فاطمہ زہراؑ کا نورنظر ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جسے پس گردن سے ذبح کیا گیا اور ذبح کے بعد اس کا لباس لوٹ لیا گیا۔

خطبہ جاری تھا۔ دربار میں نالہ وشیون کی آوازیں بلند تھیں کہ ایک مرتبہ یزید لعن نے موذن کو اذان کا حکم دیا۔ موذن نے اذان شروع کی۔ بیمار کربلا نے حکایت فرمائی جب موذن "اشہدان محمد رسول اللہ" تک پہونچا تو آپ نے یزید کی طرف رخ کیا فرمایا۔ یزید لعن یہ بتا یہ اذان میں تیرے جد کا نام ہے یا میرے جد کا؟ اگر تو اپنے جد کا نام سمجھتا ہے تو جھوٹا ہے اور اگر میرے جد کا نام ہے تو تجھے حیا نہیں آتی کہ جس کا نام اذان میں لیا جارہا ہے اس کی ذریت تیرے سامنے رسن بستہ کھڑی ہے یزید اتنا تو تصور کر کہ جب پیغمبرؐ اس منظر کو دیکھتے ہونگے تو

ان کے دل پر کیا گذرتی ہوگی۔ اللہ میری اولاد اور یزید کا دربار کہ یہ میری ذریت اور تماشائیوں کا مجمع... انا للہ وانا الیہ راجعون

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین سیدنا ومولانا ابی القاسم محمد وآلہ الطیبین الطاھرین ولعنۃ اللہ علی اعدائھم اجمعین اما بعد فقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فَاطِمَۃُ بِضعَۃٌ مِنِّی من اذاھا فقد آذانی

سرور کائنات اپنی بیٹی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عظمت وجلالت کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ فاطمہؑ میرا ایک جزء ہے۔ فاطمہؑ کی جلالت میری جلالت سے وابستہ ہے جس نے مجھے پہچانا اس نے زہراؑ کو پہچانا اور جس نے زہراؑ کو پہچانا اس نے مجھے پہچانا۔ فاطمہؑ مجھ سے جدا ہو جائے تو فاطمہؑ نہیں اور مجھے زہراؑ سے الگ کر دیا جائے تو میں رسول نہیں۔ صلوات

حدیث شریف میں سیدہ کو نمین کے جزء رسالت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معصومۂ عالم کی عظمت کو رسول اکرمؐ کی عظمت کے اعتبار سے

سمجھنا چاہیے۔ اب اگر حضور سرور کائنات ہمیں جیسے انسان ہیں تو فاطمہؑ بھی ہمیں جیسی بشر ہونگی اور اگر حضور ہم جیسے انسان نہیں ہیں تو کسی مسلمان کو حق نہیں پہونچتا کہ فاطمہؑ کو اپنا جیسا بشر سمجھے۔ نہ رسولؐ ہم جیسے انسان ہیں اور نہ فاطمہؑ ہماری عورتوں جیسی خاتون۔ نہ رسولؐ کے بالاتر ہونے میں کوئی قید ہے اور نہ فاطمہؑ کی عظمت و برتری میں کسی قید کی گنجائش ہے۔

صدیقہ طاہرہؑ کی یہی انفرادیت ہے جس نے آپ کو تمام ازواج پیغمبرؐ سے بالاتر بنا دیا ہے۔ ازواج کے بارے میں ارشاد قرآن ہے۔ کہ اے ازواج پیغمبرؐ! تم عام عورتوں جیسی نہیں ہو۔ تمہارا رتبہ ان سے بلند ہے بشرطیکہ تقویٰ اختیار رکھے رہو تقویٰ اختیار نہ کرو تو تمہارا مرتبہ عام عورتوں سے بھی گر جائے گا لیکن عظمت زہراؑ میں ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔ یہاں فاطمہؑ جزو رسالت ہیں اور بہرحال جزو رسالت ہیں جس طرح رسولؐ بلا شرط و قید رسولؐ ہیں اسی طرح فاطمہؑ بلا قید و بند، جزو رسالت ہیں۔ صلوات۔

فاطمہ زہراؑ کے مقابلے میں ازواج پیغمبرؐ کو لانے والے افراد کو سمجھنا چاہیے کہ ازواج کی بلندی میں تقویٰ کی قید ہے جو اس بات کا اشارہ ہے کہ قدرت کو تمام ازواج کے پورے کردار پر اعتماد نہیں ہے ورنہ اس قید کی ضرورت نہ ہوتی اور فاطمہؑ کے کردار کی بلندی پر قدرت کو بھی اعتماد ہے اور رسالت کو بھی امامت کو بھی بھروسہ ہے اور عصمت کو بھی ـــــ اور شاید یہی وجہ تھی کہ عصمت کبریٰؑ نے فاطمہؑ کے دروازے پر ڈیرے ڈال دیئے اور اب صبح تھیا

تک فاطمہ ہی کی چوکھٹ کا طواف کرتی رہے گی ـــــ صلوات

فاطمہؑ جزو رسالت ہونے کے اعتبار سے اپنی تخلیق میں بھی عام عورتوں سے بالاتر تھیں فاطمہؑ کی خلقت ان عام اصولوں کی بنا پر نہیں ہوئی ہے جن اصولوں کی بنا پر دنیا کے دوسرے انسان پیدا ہوا کرتے ہیں۔ دنیا میں کسی انسان نے دیکھا یا سنا ہے کہ بچہ شکم مادر میں ہو اور ماں کی تنہائی کا مونس بن کر ذکر خدا کرے یہ زہرا کا شرف تھا کہ شکم اقدس سے ماں کی مونس بنی رہیں اور زندگی بھر رسالت کے امن و سکون کا سامان بہم پہونچاتی رہیں۔ کیا تاریخ اس حقیقت کو بھلا دے گی کہ فاطمہ زہرا کے وقت ولادت تمام عرب عورتوں نے جناب خدیجہ کا بائیکاٹ کر دیا تھا۔ عرب کی ضد تھی کہ خدیجہ کا عقد کسی دولت مند سرمایہ دار اور رئیس سے ہونا چاہیے۔ اور خدیجہ کو اصرار تھا کہ صدق دیانت و امانت کا در بے بہا میرے تاج زندگانی سے الگ نہ رہنا چاہیے چنانچہ ایک دنیا نے مخالفت کی لیکن خدیجہ نے کسی کی پرواہ نہیں کی اور سماج کے سارے بندھنوں کو توڑ کر مرسلؐ اعظم سے عقد کر لیا خدیجہ اعلان کر رہی تھیں کہ سماج کی دولت سے مرعوب ہو جانے والی فاطمہؑ کی ماں نہیں بن سکتی اور جو مخالفتوں سے ڈر جائے اسے مرسلؐ اعظم کی شریک حیات بننے کا حق نہیں ہے ـــــ صلوات

خدیجہ اسی حوصلہ مند خاتون کا نام ہے جس نے حق و صداقت کی راہ میں جاہلیت اور عربی قومیت کے سارے شکنجوں کو توڑ کر رکھ دیا۔ دنیا اس واقعہ کو نظر انداز نہیں کر سکتی کہ جب مرسلؐ اعظم خدیجہ کا مال لے کر تجارت

کے لئے گئے اور کافی فائدے کے ساتھ پلٹ کر آئے تو حضورؐ کی امانت و دیانت اور آپ کے فیض و برکت کو دیکھنے کے بعد خدیجہؓ نے طے کر لیا کہ مجھے اس جوان کے قدموں میں زندگی گذارنا ہے میرا مال ایسے ہی دیانت دار انسان کے ہاتھوں صرف ہونا چاہئے لیکن سوال یہ ہے کہ اس مسئلہ کے حل کا ذریعہ کیا ہو، اور اس جدید رشتے کے لئے سلسلہ جنبانی کیسے کی جائے. جان مکہ کو اپنے سر کا تاج کیونکر بنایا جائے. خدیجہ نے مسئلہ پر سوچنا شروع کیا اور جب کسی فیصلے تک پہونچنے لگیں تو رسم و رواج کی تازہ دیوار سامنے کھڑی ہو گئی. کبھی یہ خیال کہ میں نے اشراف قریش کے پیغامات کو رد کر دیا ہے میں نے عرب کے بڑے سے بڑے سرمایہ دار کو شریک زندگی بنانے سے انکار کر دیا ہے. میں نے صنادید مکہ کی خواہشات کا احترام نہیں کیا ہے. ایسے حالات میں ایک ایسے انسان سے عقد کرنا جو کل میرا ہی مال لے کر تجارت کی غرض سے گیا تھا اور جسے سارا علاقہ میری تجارت کا نگراں سمجھتا ہے کس قدر معیوب سمجھا جائے گا اور سماج والے میری کس قدر مذمت کریں گے پھر دوسری مصیبت یہ بھی ہے کہ محمدؐ عربی مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں اور دنیا کے رسم و رواج کی بنا پر لڑکے کی عمر لڑکی سے زیادہ ہونا چاہیے. اب جب میرے قبیلہ کو معلوم ہو گا تو لوگ میرے بارے میں کیا سوچیں گے. اس سے بالاتر دشواری یہ ہے کہ محمدؐ مرد ہیں اور میں عورت. دُنیا کا کوئی غیرت دار سماج اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ عقد کا پیغام لڑکی کی طرف سے دیا جائے. یہی وہ حالات تھے جو خدیجہ کے مسائل کی راہ میں سد راہ بنے ہوئے

تھے اور خدیجہؑ کے مقصد کو ایک بھیانک شکل میں پیش کر رہے تھے۔ ملیکۃ العرب نے ایک مرتبہ کافی غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ کر لیا کہ مجھے عمر کے تفاوت کی فکر نہیں ہے۔ میری نظر میں سماج کے طعنوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ مجھے دولت و غربت کے طنز کی پرواہ نہیں ہے مجھے بہر حال محمدؐ کے قدموں میں زندگی گذارنا ہے۔ یہ فیصلہ کرنا تھا کہ ایک مرتبہ نئی دشواری سامنے آگئی ایسی دشواری جس کا مقابلہ خدیجہ کے علاوہ کسی اور خاتون کو کرنا پڑتا تو ارادوں میں تزلزل پیدا ہو جاتا اور ایسا خیال بھی ذہن سے نکال دیتی۔ دشواری یہ تھی کہ مسئلہ صرف سماج کی ملامت تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے مستقبل میں سماجی انتقام کا بھی اندیشہ ہے اور عرب جیسی قوم سے یہ کوئی بعید نہیں ہے کہ جذبۂ انتقام کے تحت میرا بائیکاٹ کر دے اور اس طرح میری تجارت بھی تباہ ہو جائے اور معاشرہ میں میرا جینا بھی دشوار ہو جائے سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ اگر خدائے کریم نے میری گود کو آباد کر دیا اور میرے گھر کو کوئی چراغ خانہ عنایت کر دیا تو ایسے سخت وقت میں میرا مونس و دمساز کون ہوگا اور میں ان تمام مراحل کو تنہا کیسے طے کر سکوں گی۔

ایسی ہزاروں دشواریاں تھیں جو خدیجہؑ کے ارادوں کی راہ میں حائل ہو رہی تھیں لیکن کیا کہنا خدیجہؑ کے حوصلوں کا کہ کسی بات کی پرواہ کئے بغیر رسولؐ عربی تک عقد کا پیغام بھیجدیا۔ پیغام منظور ہو گیا اور عقد کی ساعت آگئی۔ طرفین میں صیغہ عقد جاری ہو گیا۔ حضرت ابوطالبؑ نے رسول اسلامؐ کی طرف سے عقد پڑھنے کا فریضہ انجام دیا اور خطبۂ عقد میں رہتی دنیا تک کے لئے

اعلان کر دیا کہ اس عقد میں ایک طرف صاحب ثروت خاتون ہے اور ایک طرف صاحب کمال فرزند! لیکن یاد رکھو کہ کمال دائمی ہوتا ہے اور مال وقتی۔ کمال کو بقا ہے اور مال کو فنا۔ یعنی میرا پلو کسی طرح کمزور نہیں ہے۔ ابوطالب خطبہ نہیں پڑھ رہے تھے خدیجہ کے دل کی ترجمانی کر رہے تھے۔ اب مجھے کہنے دیجئے کہ تاریخ اسلام کو یہ دو مجاہد ایسے ملے ہیں جن کے کردار میں قبل اعلان ہی اسلام کی روح رچ بس گئی تھی ادھر خدیجہ کا عمل تھا ادھر ابوطالب کا اعلان۔ دونوں نے واضح کر دیا کہ اللہ والے کمال کے سامنے سر جھکاتے ہیں مال کے سامنے نہیں۔ حق پرست کمال کو مال کے ذریعہ نہیں خریدا کرتے بلکہ مال کو کمال کے قدموں میں ڈال دیا کرتے ہیں۔ صلوات

آج خدیجہ کا عقد نہیں ہو رہا تھا عربی رسم و رواج کا خاتمہ ہو رہا تھا۔ عقد کا خطبہ نہیں پڑھا جا رہا تھا جاہلیت کے نظریات کو فنا کے گھاٹ اتارا جا رہا تھا۔ خدیجہ رخصت ہو کر محمد عربی کے گھر نہیں جا رہی تھیں مال کمال کی چوکھٹ پر سجدہ کرنے جا رہا تھا ــــ صلوات

یاد رکھئے! خدیجہ کا یہی وہ کردار تھا جس نے ملیکۃ العرب کو ساری دنیائے اسلام سے ممتاز بنا دیا کہ آج دنیا کی ساٹھ ستر کروڑ مسلمانوں کی آبادی میں کوئی ایک ایسا حوصلہ مند نہیں ہے جو رسم و رواج سے یوں ٹکرا سکے اور جھوٹی حیا و غیرت کے اصولوں کو یوں پامال کر سکے جیسے خدیجہ نے کیا اور کمال کی اتنی قدر کر سکے جتنی قدر افزائی خدیجہ نے کی ہے اور جب کوئی ایسا نہیں ہے تو ماننا پڑے گا کہ ترقی یافتہ دور میں جو کام ستر کروڑ مسلمان مل کر نہیں کر

سکتے وہ کام تنہا خدیجہؑ نے انجام دیا تھا اب یہ نہ دیکھو کہ خدیجہ عورت ہیں یہ دیکھو کہ وہ باکمال خاتون ہیں جن کا مقابلہ کروڑوں مرد بھی نہیں کر سکتے ـــــ صلوات۔

شہزادی عرب خدیجہؑ کا یہی وہ ایثار تھا جسے رسل اعظمؐ ان کے انتقال کے بعد بھی فراموش نہ کر سکے اور کوئی لمحہ ایسا نہیں آیا جب خدیجہ کی یاد کو دل سے نکال دیا ہو۔ دوسری شادیاں ہو گئیں۔ گھر مختلف قسم کی ازواج سے آباد ہو گیا لیکن دل میں خدیجہ کی یاد رہ گئی ـــــ گویا رسل اعظمؐ اعلان کر رہے تھے کہ میں عام انسان ہوتا تو جذبات و خواہشات کے ماحول میں رہ کر کردار کو بھول جاتا لیکن میں خدائے برحق کا نمائندہ ہوں، میرا فرض ہے کہ میں لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہوں اور یاد رکھو کہ خدیجہؑ کی یاد میرا کوئی احسان نہیں ہے یہ خدیجہ کے احسانات کا ایک حق ہے جو اس شان سے ادا کیا جا رہا ہے ـــــ صلوات

قدرت نے بھی خدیجہؑ کے اس ایثار و قربانی کا صلہ دیا اور آواز دی خدیجہ! تم نے میری راہ میں قربانیاں پیش کی ہیں۔ تم نے میرے حبیب کی تنہائی کو انس سے بدلا ہے لو میں بھی تمہاری گود کو آباد کئے دیتا ہوں اور تمہیں ایسی دختر عطا کر رہا ہوں جس کے ذریعہ صبح قیامت تک تمہاری نسل باقی رہے گی اور تمہارا نام زندہ رہے گا۔ مجھے کہنے دیجئے کہ اگر فاطمہؑ مصداق کوثر ہیں تو خدیجہ بنیاد کوثر ـــــ فاطمہؑ نہ ہوتیں تو پیغام رسالت ناتمام رہ جاتا اور خدیجہ نہ ہوتیں تو نسل رسالت کا سلسلہ ہی قائم نہ ہوتا ـــــ صلوات

شاید خدیجہ کی انھیں قربانیوں کا اثر تھا کہ آج تک جب کوئی زائر سید الشہداء کی بارگاہ میں زیارت کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو جہاں فدیہ راہ اسلام کو فرزند رسولؐ دلبند علیؑ نور نظر زہراؑ کہہ کر خطاب کرتا ہے وہاں یہ بھی آواز دیتا ہے۔ "السلام علیک یا ابن خدیجۃ الکبریٰ" ـــــ خدیجہ کبریٰ کے لال۔ آپ پر ہمارا سلام ـــــ آپ کی قربانی نے سارے خاندان کا سر اونچا کر دیا۔ آپ کی قربانی نے خدیجہ کی قربانیوں کو ابدی تسلسل عطا کر دیا۔ آپ کی قربانی نے ایثار خدیجہ کو چاند چاند لگا دیئے۔ خدیجہ کبریٰ نے رسالت کی راہ میں اپنا مال دیا تھا اور آپ نے کربلا میں راہ خدا میں اپنا بھرا گھر لٹا دیا۔ خدیجہؑ نے مال و دولت کی عظمتوں کو ٹھکرا دیا اور آپ نے یزیدی جاہ و جلال کو قدموں کے نیچے روند دیا۔ اب جب تک آپ کی قربانیوں کی یاد تازہ رہے گی دنیا خدیجہؑ کی قربانیوں کو بھی یاد کرتی رہے گی۔

آپ کے قافلہ شہادت میں خدیجہ کی شہزادیاں زینبؑ و ام کلثومؑ بھی تھیں جنھوں نے اپنی جدہ ماجدہ اور اپنی والدۂ گرامی کے کردار کو زندہ کر دیا یہ فرق ضرور ہے کہ صدیقہ طاہرہ دربار میں گئی تھیں تو دربار بابا کی مسجد میں تھا اور زینبؑ دربار میں گئی ہیں تو دربار تماشائیوں سے چھلک رہا ہے۔ فاطمہؑ کے گرد خاندان کی عورتیں پردہ کئے ہوئے تھیں اور زینبؑ کے ساتھ رسن بستہ خواتین کا قافلہ ہے۔ صدیقہ طاہرہؑ پیاسی نہ تھیں۔ ان کے سامنے کوئی لٹا ہوا سر نہ تھا ان کا سر برہنہ نہ تھا۔ ان کی پشت اقدس پر تازیانوں کے نشان نہ تھے اور جب زینبؑ دربار یزید میں داخل ہوئی ہیں تو ایک مدت کی بھوک اور

پیاسی تھی پیاس سے تڑپتے ہوئے بچے تھے۔ سامنے بھائی کا کٹا ہوا سر تھا۔ ساتھ بیمار بھتیجا تھا زنجیروں میں جکڑا ہوا ستمگر ملعون کے تازیانے کھاتا ہوا کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام زینبؑ کے ساتھ صدیقہ طاہرہ کا حوصلہ اور خدیجہ کبریٰ کا جذبہ ایثار ہر منزل پر رہا اور ثانی زہراؑ قدم قدم پر اعلان کرتی رہیں کہ دنیا مجھے تنہا نہ سمجھے میرے پہلو میں حیدر کرار کا دل ہے۔ میرے سینے میں فاطمہ زہراؑ کا حوصلہ ہے۔ یہی وجہ تو تھی کہ جب مدینہ سے رخصت ہوئی تھیں تو ماں سے کہہ کر چلی تھیں۔ مادر گرامی! آپ کی زینبؑ آپ کا فرض ادا کرنے جا رہی ہے اب آپ کی ذمہ داری ہے کہ آڑے وقتوں پر زینب کو سہارا دیں اور اپنی بیٹی کا دل سنبھالیں۔ ارباب عزا کیا آپ سمجھتے ہیں کہ زہراؑ نے بیٹی کا ساتھ نہیں دیا، خدا گواہ ہے کہ جہاں جہاں زینبؑ رہیں۔ فاطمہ زہراؑ بھی ساتھ رہیں جب قافلہ مدینے سے رخصت ہو رہا تھا اور امام حسینؑ ماں کی لحد پر رخصت ہونے گئے۔ قبر سے لپٹ کر آواز دی اماں آپ کا حسینؑ آپ سے رخصت ہونے آیا ہے۔ مادر گرامی آپ کا لال وطن چھوڑ کر جا رہا ہے۔ اماں اب آپ کی قبر پر شمع جلانے والا کوئی نہ رہے گا۔ مادر گرامی اپنے لال کا آخری سلام لے لو۔ اب اس سفر سے واپسی نہ ہوگی اور اس قبر پر حاضری نہ ہوگی —— سلام کر کے قبر اطہر سے اُٹھے تو ایک مرتبہ قبر سے آواز آئی۔ میرے غریب مسافر۔ میرے مظلوم حسینؑ میرا سلام لے میرے لال۔ بیٹا تو جا رہا ہے۔ ماں کا دل تڑپ رہا ہے۔ میرے لال کیا تو سمجھتا ہے کہ ماں تجھے تنہا چھوڑ دے گی۔ نہیں نہیں میرے لال۔ یہ زہراؑ تیرے ساتھ رہے گی اور تو جہاں رہے گا یہ دکھیا ماں تیرے پاس

رہے گی۔

عزادارو۔ ماں نے جو وعدہ کیا تھا۔ اُسے پورا کیا۔ عاشور کی رات تھی۔ خیمہ کی لیشت پر گریہ و بکا کی آوازیں بلند تھیں۔ ثانی زہراؑ نے تڑپ کے امجائے کو بلایا امام حسینؑ خیمہ کے اندر آئے زینبؑ نے بے قرار ہو کر گلے میں باہیں ڈال دیں۔ ماںجائے آپ سے ایک بات پوچھنا ہے۔ میں آج شام سے دیکھ رہی ہوں کہ کوئی مخدرہ میرے خیمے کی لیشت پر آ کر واحسینا واحسینا کی آوازیں بلند کرتی ہیں اور بے قرار ہو کر روتی ہیں۔ بھیا میرے دل کو ہول آرہا ہے۔ آخر یہ کون مخدرہ ہیں اور کیوں اسں بیقراری سے رو رہی ہیں۔ خدا آپ کو سلامت رکھے یہ تو کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ امام حسینؑ نے فرمایا بہن۔ یہ میری زندگی کی آخری رات ہے۔ زینب اب کل ہم اور تم جُدا ہو جائیں گے۔ میری بہن۔ کل زندگی بھر کا ساتھ چھوٹ جائے گا اور اے میری زینب تم نے پہچانا نہیں۔ یہ میری ماں فاطمہ زہراؑ ہیں جو شام سے میرے مصائب پر گریہ کر رہی ہیں۔ کبھی خیمہ کی لیشت پر آ کر روتی ہیں۔ کبھی مقتل میں جا کر روتی ہیں۔ بہن جس ماں کا گھر اجڑ رہا ہو وہ کس طرح نہ روئے۔ آج اماں ہمارے ساتھ ہیں اور کل کے بعد جب تم اسیر ہو کر چلو گی تو مادر گرامی تمہارے ساتھ رہیں گی کوفہ و شام کے بازار۔ یزید و ابن زیاد کے دربار۔ اندھیرا قید خانہ اور مادر گرامی کی فریاد۔ واحسیناہ واحسیناہ انا للہ وانا الیہ راجعون

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ
وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَآلِہٖ
الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلیٰ اَعْدَائِہِمْ
اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ
فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ مَنْ آذَاھَا فَقَدْ آذَانِیْ

مرسل اعظم کا ارشاد گرامی ہے کہ میری فاطمہ ع میرا ایک جزو ہے اُسے مجھ سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا آغاز میرے آغاز سے متحد ہے اور اس کا انجام میرے انجام سے متحد۔

حدیث مبارک میں ایک نکتہ قابل توجہ ہے جسے ارباب بصیرت بخوبی سمجھ سکتے ہیں لیکن میرا دل چاہتا ہے کہ میں دو لفظوں میں اس کی طرف اشارہ کر دوں تاکہ میرے کم علم بھائی بھی اس کی فصاحت و بلاغت سے فائدہ اٹھا سکیں۔

یاد رکھئے! "بضعہ" عربی زبان میں جزو اور ٹکڑے کے معنی میں ہے اسی لفظ کو یائے نسبتی کی طرف منسوب کر دیا جائے اور بضعتی کہا جائے تو اس کے

ہوں گے میرا جزء اور میرا ٹکڑا۔ اب اگر مرسل اعظمؐ کو یہی بیان کرنا تھا کہ فاطمہؑ میرا جزو ہے تو بظاہر آپ کو بضعتی کہنا چاہیے تھا۔ "بَضعۃ منّی" میں ایک لفظ کے اضافہ کی کیا ضرورت تھی۔ میری مجال نہیں کہ میں جان فصاحت و بلاغت پیغمبرؐ کے کلمات پر اعتراض کر سکوں لیکن ایک اتنی توجہ کے قابل ہے تو اس پر نظر کئے بغیر آگے بھی نہیں بڑھ سکتا۔ میرا ذہن الجھا ہوا ہے۔ میری فکر پریشان ہے۔ میرے دل میں ایک کھٹک ہے کہ آخر پیغمبرؐ جیسا اولوالعزم انسان جس کے ایک ایک فقرہ میں مطالب کے سمندر بند کئے گئے ہیں اس نے اپنے کلام میں ایک غیر ضروری فقرہ کا اضافہ کیوں کیا اور بضعۃ منی کیوں کیا لیکن ارباب کرم! جب میں نے دونوں فقروں کے ترجموں اور ان کے ادبی فرق پر نظر کی تو مجھے محسوس ہوا کہ حدیث مبارک میں کوئی ایک لفظ بھی زائد نہیں ہے اور حضور اکرمؐ نے ایک ایسے نکتے کو واضح کیا ہے جو اس لفظ کے اضافے کے بغیر ناممکن تھا۔

عربی زبان کے اعتبار سے بضعتی کے معنی ہوں گے میرا ٹکڑا۔ اور بضعۃ منی کے معنی ہوں گے وہ ٹکڑا جو مجھ سے ہے۔ ان دونوں کا فرق سمجھنا چاہتے ہیں تو ایک چھوٹی سی مثال پر توجہ دیجئے انشاء اللہ بات واضح ہو جائے گی۔ آپ دریا سے ایک گلاس پانی لے آئے اور اسے پی لیا۔ پیاس بجھ گئی پھر ایک گلاس لیا اور اس سے رومال کو دھو لیا وہ بھی پاک ہو گیا۔ پھر ایک گلاس پانی لے آئے اور اتفاق سے اس میں ایک قطرہ خون گر گیا۔ اب یہ پانی نجس ہو گیا۔ حالانکہ یہی ایک گلاس پانی اگر دریا سے الگ نہ کیا جاتا

اور دریا ہی میں رہ جاتا تو ایسے ایسے ہزار قطرات کا بھی کوئی اثر نہ ہوتا مجھ میں نہیں آتا کہ آخر اس میں کیا راز ہے کہ بقدر گلاس پانی دریا میں رہے تو نجاست سے نجس نہ ہو۔ اور دریا سے الگ ہو جائے تو ایک قطرہ نجاست سے نجس ہو جائے۔ میں نے علماء کرام سے پوچھا کہ آخر ایسا کیوں ہے۔ کیا گلاس میں آنے کے بعد پانی دریا کا پانی نہیں رہ جاتا۔ کیا یہ اسی پانی کا ایک جز اور اسی دریا کا ایک ٹکڑا نہیں ہے؟

ان حضرات نے فرمایا کہ بیشک یہ پانی اسی دریا کا جز اور اسی پانی کا ایک حصہ ہے لیکن فرق یہ ہے کہ اب دریا سے الگ ہو گیا ہے جز جبتک متصل رہتا ہے اس کے احکام اور ہوتے ہیں اور جب الگ ہو جاتا ہے تو اس کے احکام اور ہو جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ واضح مثال اور لیجئے۔ آپ میرے سامنے تشریف فرما ہیں آپ کے بدن کا ایک ایک جز اور ایک ایک حصہ طاہر ہے لیکن خدانخواستہ اگر کوئی ایک جز کاٹ کر الگ کر دیا جائے تو آپ زندہ و طاہر رہیں گے لیکن وہ جز مردار بن کر نجس ہو جائے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جزو کے اتصال کے احکام اور ہوتے ہیں اور اس کے جدا ہو جانے کے بعد احکام اور ہو جاتے ہیں۔

حضور سرور کائنات صلعم نے بھی فاطمہ کی عظمت وجلالت کے بیان کرنے میں یہی اہتمام رکھا ہے کہ فاطمہ کو اپنا جز نہیں فرمایا ہے بلکہ وہ جز فرمایا ہے جو مجھ سے ہے یعنی ابھی جز کا اتصال کل سے باقی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جز کہہ دینے سے یہ نہ سمجھ لینا کہ جب تک فاطمہ میری شریک نور رہے گی با عظمت ہے

گی اور جب بیٹی بن کر مجھ سے جدا ہو جائے گی تو اس کے احکام بدل جائیں گے۔ نہیں نہیں فاطمہؑ میرا وہ جزء ہے جو کبھی مجھ سے الگ نہیں ہو سکتا اب جو احکام میرے ہیں وہی احکام فاطمہؑ کے ہیں۔ اگر میں صاحب علم لدنی ہوں تو فاطمہ بھی صاحب علم لدنی ہے۔ اگر میں صاحب عصمت ہوں تو فاطمہؑ بھی صاحب عصمت ہے۔ اگر میں سلطان مشرقین ہوں تو فاطمہؑ بھی شہزادی کائنات ہے۔

مسلمانو! یاد رکھو کہ اگر میری اذیت اسلام سے خارج کر دیتی ہے تو فاطمہؑ کی ناراضگی بھی دائرہ اسلام میں باقی نہیں رہنے دیگی جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی اور خدا کو اذیت دینے والا کافر ہوتا ہے ـــــ صلوات۔

صدیقہ طاہرہؑ کے جزء رسالت ہونے ہی کا نتیجہ تھا کہ جس طرح پروردگار عالم نے اپنے حبیب کی خلقت کا مخصوص اہتمام فرمایا تھا اسی طرح صدیقہ طاہرہ کی ولادت کے لئے بھی ایک مخصوص اہتمام برتا ہے۔ فاطمہؑ صاحب منصب نہ تھیں۔ انھیں رسول یا امام نہیں بنایا گیا تھا لیکن اس کے باوجود انھیں رسالت کا جزء بنایا گیا ہے اور امامت کا سرچشمہ قرار دیا گیا ہے اس لئے قدرت نے بھی طے کر لیا کہ فاطمہؑ کے اس دنیا میں بھیجنے کا اہتمام بھی نرالا ہی ہوگا۔

میرے خیال میں اس کائنات میں کسی انسان کی پیدائش کے لئے وہ اہتمام نہیں کیا گیا جو اہتمام فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لئے کیا گیا ہے حد یہ ہے کہ اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفٰےؐ کو پیدا کرنا ہو تو ان کی تخلیق کا

ساماں اسی زمین پر مہیا کیا گیا ـــــ لیکن جب بنت رسولؐ فاطمہ زہراؑ کی ولادت کا وقت آیا تو مرسل اعظمؐ کو مخصوص اہتمام کے ساتھ مہمان بلایا گیا۔ وہ رات بھی کتنی سہانی رات تھی جب حبیب اپنے بستر پر آرام کر رہا تھا اور مالک کائنات نے براق جیسی سواری بھیج کر اپنے نمائندہ خاص جبریل امین کے ساتھ اپنے حبیب کو عرش اعظم پر بلایا تھا۔ جبریل محبوب کبریا کو لے کر چلے آسمان کی منزلیں طے ہوئیں۔ آخر میں قاب قوسین کی منزل آئی۔ حبیب و محبوب میں مخصوص گفتگو ہوئی اور مالک نے اپنے بندے کو ضیافت کے طور پر ایک سیب جنت عطا کیا۔ مرسل اعظمؐ نے سیب جنت کو تناول فرمایا اور زمین پر آکر جناب خدیجہ کے گھر تشریف لے گئے۔ مقدر نے ایک دختر نیک اختر کی بشارت دی۔ قرآن نے سورہ کوثر کے نزول کا راستہ پایا۔ رسالت کو دوام کی سند ملی۔ امامت کو آگے بڑھنے کا سلسلہ ہاتھ آیا اور تھوڑے عرصے کے بعد مرسل اعظمؐ کی آغوش میں ایک چاند سی بچی دیکھی گئی۔ فاطمہؑ دنیا میں آئیں۔ باپ کا دل مطمئن ہوگیا۔ ماں کا کلیجہ بڑھ گیا ابتر کا طعنہ دینے والے مایوس ہو گئے۔ نسل پیغمبرؐ کو ابدیت کی سند مل گئی اور ہم غلاموں کے لئے نجات کے بیشمار راستے کھل گئے۔

معراج میں سیب جنت کا دیا جانا علامت ہے کہ فاطمہؑ یہاں کی مخلوق نہیں ہے بلکہ وہاں کی مخلوق ہے اب سوچئے کہ جب صاحب منصب نہ ہونے کے باوجود فاطمہؑ کو وہاں سے بھیجا گیا تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ منصب دار کو یہاں کا بشر قرار دیدیا جائے۔

سیب جنت کیا تھا اور اس کی حقیقت کیا تھی اسے یاد دینے والا جانتا ہے یا قبول کرنے والا جانتا ہے۔ ہم سیب جنت کی حکایت سے صرف اتنا سمجھتے ہیں کہ قدرت نے نور زہراؑ کو اپنے خزانۂ خاص میں محفوظ کر لیا تھا اور اس وقت کا انتظار تھا جب حالات کا تقاضا پیدا ہو اور اس نور کو پیغمبرؐ کے حوالے کیا جائے۔ مسئلہ نور زہراؑ کی جلالت کا تھا اس لئے پیغمبرؐ کو عرش پر بلایا گیا تاکہ اس نور کو پیغمبرؐ کے حوالے کر دیا جائے اور زہراؑ کے پردے کا یہ مخصوص اہتمام کیا گیا کہ پیغمبرؐ کو بھی نور زہراؑ بے حجاب نہیں دیا گیا بلکہ سیب جنت کے پردے میں چھپا کر دیا گیا۔

کنیزان سیدہ! سوچیں کہ ان کی شہزادی کی تخلیق میں کتنے پردے کا انتظام کیا گیا ہے کیا ان کے لئے یہ زیبا ہے کہ اپنی زندگی میں پردہ کو ترک کر کے سیدہ کی کنیزی کا دعویٰ کریں۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قدرت نے سامان خلقت سیدہؑ کو یہیں کیوں نہ بھیج دیا اس کے لئے مرسل اعظم کو عرش اعلیٰ تک کیوں بلایا گیا۔ معراج کا پردہ کیوں کھینچا گیا۔ کیا نور زہراؑ زمین پر نہیں بھیجا جا سکتا تھا۔ یقیناً یہ سب کچھ ممکن تھا لیکن عجب نہیں کہ مشیت الٰہی یہ رہی ہو کہ دنیا دیکھ لے کہ فاطمہؑ اتنی جلیل القدر خاتون ہے کہ اس کے استقبال کے لئے رسول اکرمؐ کو عرش اعظم تک جانا پڑا ہے۔ اب دنیا خود فیصلہ کرے کہ رسالت کو فاطمہؑ کی ضرورت ہے یا نہیں۔ میرا تو دل چاہتا ہے کہ رسول اکرمؐ سے معافی مانگتے ہوئے عرض کروں۔ میرے سرکار آپ کے عرش اعظم تک جانے سے ہم غلاموں نے یہی اندازہ لگایا ہے کہ آپ کی رسالت

کو فاطمہؑ کی ضرورت ہے اور جب آپ کی رسالت زہراؑ سے بے نیاز نہیں ہو سکتی تو مسلمانوں کا اسلام زہراؑ کے بغیر کیونکر مکمل ہو سکتا ہے صلوات

ارباب کرم! روایت سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مرسل اعظمؐ کو متعدد بار معراج نصیب ہوئی ہے۔ اس لئے کہ مشہور و معروف معراج ہجرت کے ایک سال پہلے بتائی جاتی ہے اور اس وقت فاطمہؑ کی عمر تقریباً ۸ سال تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک معراج جملہ حالات سماوات بتانے اور دکھانے کے لئے ہوئی تھی اور ایک معراج صرف نور زہراؑ کو ودلیت کرنے کے لئے ہوئی تھی اور یہ فضیلت زہراؑ کا دوسرا رُخ ہے جس میں کوئی ان کا شریک نہیں ہے! صلوات

خلقت زہراؑ کے اس اہتمام کو دیکھ کر ایک واقعہ اور یاد آ گیا کہ جب قدرت نے اپنے پہلے خلیفہ جناب آدم کو پیدا کرنا چاہا تھا تو تاریخ کا بیان ہے کہ جبرئیل و میکائیل و اسرافیل جیسے فرشتوں کو بھیجا کہ وہ آدم کا پیکر بنانے کے لئے مٹی فراہم کریں۔ فرشتے آئے اور واپس گئے۔ آخر میں ملک الموت آئے اور زمین سے ایک مٹھی خاک لے گئے جس سے جناب آدم کی تخلیق ہوئی آدم فلک پر بن رہے ہیں اور سامان زمین سے جا رہا ہے۔ لیجانیوالا بھی کوئی رسول یا نبی نہیں ہے بلکہ فرشتہ ہے اور فرشتہ بھی ملک الموت جیسا فرشتہ جس کے حوالے روُح پھونکنے کا کام نہیں ہے بلکہ روح نکالنے کا کام ہے

اب ماننا پڑتا ہے کہ آدم اور زہراؑ میں زمین و آسمان کا فرق ہے آدم کی خلقت کا سامان زمین سے آسمان پر گیا اور فاطمہؑ کی خلقت کا سبب عرش اعظم سے زمین پر آیا۔ آدم کی خاک لے جانے والا ملک الموت تھا اور فاطمہؑ کی تخلیق کا

سامان لانے والا مخدوم ملائکہ۔ ۔ ۔ ۔ سیدالانبیا تھا۔ شاید اسی لئے مرسل اعظمؐ نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو فاطمہؑ کا کوئی کفو نہ ہوتا نہ آدم ہوتے نہ غیر آدم۔ آدم کا نام ہی بتا رہا ہے کہ جب ابوالبشر فاطمہؑ کا ہمسر نہیں ہے تو دوسرا کوئی البشر کیونکر ہمسر ہوگا۔ صلوات

آپ یہ نہ سوچیں کہ علیؑ کے لئے بھی تو ایسا اہتمام نہیں کیا گیا پھر علیؑ کیونکر ہمسر زہراؑ ہو گئے۔ میں خدا کی راز دار تو نہیں ہوں لیکن اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ قدرت نے زہراؑ کو عرش سے اتارا تو نبیؐ کے گھر میں اتارا اور علیؑ کو اتارا تو اپنے گھر اتارا تاکہ عظمت علیؑ محفوظ رہے اور پھر وہاں بھی نبی ہی فاطمہؑ کو لیتے آ گئے اور یہاں بھی نبیؐ ہی علیؑ کو لینے کے لئے آئے۔ صلوات

میں تو مبارکباد دوں گا جناب ابوطالب کو کہ آج آپ کی امانت کی وہ قدر و قیمت ہے کہ خدا کا گھر زچہ خانہ بن رہا ہے۔ حوران جنت خدمت کے لئے چلی آ رہی ہیں۔ سامان جنت غذا کے لئے نازل ہو رہا ہے اور مرسل اعظمؐ آغوش پھیلائے ہوئے کعبہ کی طرف آ رہے ہیں یہ آپ کے شرف کی انتہا ہے کہ عرش اعظم سے نبیؐ کے گھر آنے والی بیٹی آخری منزل میں آپ ہی کے گھر آئی اور زہراؑ کا عقد آپ ہی کے نور نظر سے ہوا۔ صلوات

مرسل اعظمؐ کے سفر معراج نے واضح کر دیا کہ جب حبیب اپنے محبوب کو شرف و کمال دینا چاہتا ہے تو ہزار بہانے اختیار کرتا ہے اور اس کی شان اطاعت و بندگی کو دیکھ کر اسے صاحب معراج بنا دیتا ہے رسولؐ اپنے بستر پر آرام کر رہے ہیں غضب کی نیند ہے۔ دن بھر کی تھکن کے بعد ذرا آرام ملا ہے لیکن مشیت

اشتیاق ملاقات میں بیقرار ہے۔ جبرئیل کو بھیجا جاتا ہے۔ حبیب کو بلایا جاتا ہے اور زمین و آسمان کی سیر کرا کے راتوں رات واپس کر دیا جاتا ہے ـــ وہ خدا کا انداز محبت تھا کہ راتوں رات بلا لیا یہ رسولؐ کا انداز اطاعت تھا کہ گھر بار چھوڑ کر بستر سے اٹھ کر عرش اعظم تک جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ نہ کوئی عذر نہ کوئی بہانہ۔ نہ کوئی حیلہ نہ کوئی حوالہ۔ یہ شان محبت ہے جسے اہل محبت ہی جانتے ہیں۔ یہی انداز تو دیکھا ہے کہ جب سفر کربلا میں ایک مرتبہ بہن نے بھائی سے کہا کہ بھیا ہر طرف آپ کی مخالفت کی آوازیں سننے میں آرہی ہیں۔ چاروں طرف زمانہ دشمن ہو گیا ہے۔ بھیا کیا کوئی چاہنے والا آپ کا نہیں ہے۔ اگر ہے تو آپ اسے مدد کے لئے کیوں نہیں بلاتے تو فرزند رسولؐ نے کہا اچھا بہن تمہاری خواہش ہے تو خط لکھتا ہوں۔ شاید میرا دوست بھی آ سکے۔ زمانہ سخت خراب ہے۔ راستے بند ہو چکے ہیں۔ ناکہ بندیاں ہو چکی ہیں لیکن میرا دوست ضرور آئے گا۔ خط چلا۔ ادھر دوست اپنی زوجہ کے ساتھ بیٹھا ہوا کھانا کھا رہا ہے۔ ایک مرتبہ آواز آئی میں حسینؑ کا قاصد ہوں۔ شہزادے کا نام سننا تھا کہ تڑپ کر کھڑے ہو گئے۔ میرے مولا کا قاصد۔ میرے آقا کا خط لایا ہے۔ جلدی سے دوڑ کر آئے۔ خط لیا۔ آنکھوں سے لگایا۔ اب جو مضمون خط دیکھا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گیا۔ حبیب! ہم مصیبتوں میں گھر گئے ہیں۔ ہمارا چاہنے والا کوئی نہیں رہا۔ حبیب تمہیں تو ہماری قرابت کا علم ہے۔ اگر ممکن ہو تو ہماری مدد کو آؤ۔ یہ سننا تھا کہ دل بے قرار ہو گیا۔ ارے یہ انقلاب زمانہ کہ محمدؐ کا لال مجھے مدد کیلئے بلائے گھر میں آئے زوجہ نے پوچھا خیر تو ہے کس کا قاصد ہے کیسا خط

ہے۔ کہا موسنہ فرزند فاطمہؑ کا خط ہے۔ مصائب میں گھر کر مجھے مدد کے لئے بلایا ہے۔ زوجہ نے کہا پھر کیا ارادہ ہے۔ کہا جی تو چاہتا ہے کہ چلا جاؤں لیکن تیرا کیا ہوگا۔ یہ سننا تھا کہ ایک مرتبہ تڑپ کر بولی حبیب بڑے شرم کی بات ہے کہ فرزند فاطمہؑ بلائے اور تمہیں میرا خیال ہے۔ ارے تمہیں شہزادی زہراؑ کا خیال نہیں ہے۔ حبیب نے کہا موسنہ مجھے تو جانا ہی ہے۔ چاہتا تھا کہ تیرا بھی جذبۂ محبت ظاہر ہو جائے۔ یہ کہکر اُٹھے اور باہر آئے۔ غلام کو گھوڑا دیا۔ کہا فلاں مقام پر چل کر انتظار کرو میں آرہا ہوں۔ غلام چلا۔ منزل مقصود پہ آکر انتظار کرنے لگا۔ حبیب دھیرے دھیرے منزل کے قریب پہونچے۔ دیکھا گھوڑے کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں اور غلام کہہ رہا ہے اسپ وفادار میرا آقا نہ آیا تو میں تیری پشت پر سوار ہو کر فرزند رسولؐ کی نصرت کیلئے چلوں گا۔ دیکھنا تھا کہ حبیب کا دل تڑپ گیا۔ کربلا کا رُخ کر کے آواز دی۔ محمدؐ کے لال اب آپ پر یہ وقت آگیا ہے کہ غلام جان قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور گھوڑے آنسو بہا رہے ہیں۔ یہ کہکر گھوڑے پر سوار ہوئے غلام سے فرمایا کہ جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا۔ یہ سننا تھا کہ غلام نے تڑپ کر کہا آقا کیا یہی انصاف ہے کہ جب تک اپنی خدمت کا معاملہ رہے ساتھ رکھئے اور جب فرزند رسولؐ کی نصرت کا وقت آجائے تو الگ کر دیجئے۔ حبیب نے کہا نہیں نہیں اگر تجھے قربان ہونا ہے میرے ساتھ چل۔ غلام ساتھ ہو گیا اور حبیب معراج محبت کی منزلوں کی طرف چلے۔ ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ اسپ وفادار ایک براق ہے جس پر صاحب معراج کے فرزند کا حبیب جا رہا ہے اور سرزمین کربلا

ایک عرش معلیٰ ہے جہاں حبیب کا استقبال ہو رہا ہے۔ اور کیسا استقبال
کہ ایسا استقبال عرش اعظم پر بھی نہیں ہوا تھا۔ آپ سُن سکیں گے۔ کیسا استقبال؟
کوفہ کی طرف سے گرد نمودار ہوئی فرزند رسولؐ نے فرمایا میرے چاہنے والو اٹھو
بڑھ کے استقبال کرو۔ میرا جان نثار آ رہا ہے۔ اصحاب نے بڑھ کر استقبال
کیا۔ حبیب فرزند رسولؐ کی خدمت میں آئے۔ اصحاب میں مسرت کی لہر دوڑ گئی
رفتہ رفتہ یہ خبر خیمہ کے اندر پہونچی۔ شہزادی زینبؑ نے کہا فضہ دیکھو اب کون
آیا ہے۔ اس بن میں جب سے آئی ہوں سوائے دشمنوں کے کوئی نہیں آ رہا
ہے۔ فضہ دوڑ کر آئیں اور عرض کی شہزادی مبارک ہو۔ آقا کے بچپنے کا
حبیب حبیب آیا ہے۔ ثانی زہراؑ نے یہ سُنا اور تڑپ کر فرمایا فضہ جلدی جاؤ
اور حبیب سے ہمارا سلام کہو۔ کہنا حبیب تم نے بڑا احسان کیا جو ایسے
وقت میں بھیا کی مدد کے لئے آئے۔ فضہ دوڑ کر آئی۔ حبیب تم کو
سلام پہونچایا۔ حبیب کیا کہنا تمہارے مقدر کا۔ علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹی تمہیں سلام
کہہ رہی ہیں۔ یہ سننا تھا کہ حبیب خاک پر بیٹھ گئے۔ منہ پر طمانچے مارنے لگے اللہ
یہ میرا مقدر۔ یہ آل رسولؐ کی بیکسی کہ شہزادی غلام کو سلام کہلا بھیجیں۔

ارباب عزا۔ کیا اب بھی یاد دلانے کی ضرورت ہے آپ کا ذہن پہونچ گیا
ہو گا۔ یہ زینبؑ کا سلام تھا حبیب کے نام اور ایک سلام آپ کے نام بھی ہے
عابد بیمار جب قید شام سے چھٹ کر مدینہ جانا تو ہمارے شیعوں سے ہمارا سلام
کہہ دینا اور کہنا شیعو جب ٹھنڈا پانی پینا تو ہماری پیاس کو یاد کر لینا اور جب
کسی شہید کا ذکر سننا تو مجھ پر آنسو بہا لینا۔ سب مل کے کہئے فاطمہؑ کے لال ہمارا

سلام ــــــ محمدؐ کے نور نظر ہمارا سلام۔ کربلا کے مسافر ہمارا سلام۔ خاک نینوا کے سونے والے ہمارا سلام مولا غلاموں کا سلام قبول کیجئے۔ کاش ہم بھی عاشور کے دن ہوتے تو آپ کے قدموں پر جان نثار کر دیتے۔ واحسیناہ واحسیناہ ــــــ انا للہ وانا الیہ راجعون

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِہِمْ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ

فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ مَنْ آذَاہَا فَقَدْ آذَانِیْ

نورِ مجسم۔ مرسل اعظم۔ عقلِ اول۔ خیرِ کمل۔ احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفٰے اپنی دخترِ نیک اختر صدیقہ طاہرہ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عظمتوں کو ظاہر کرتے ہوئے اعلان فرما رہے ہیں کہ میری فاطمہؑ میرا ایک ٹکڑا ہے جس نے اُسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی اور ظاہر ہے کہ خدا کو اذیت دینے والا کافر ہوتا ہے۔

حدیث مبارک کے مختصر الفاظ میں مرسل اعظمؐ نے ان عظیم فضائل و مناقب کو سمو دیا ہے جن سے پردہ اُٹھانا کسی دنیاوی مورخ یا سیرت نگار کے بس کی بات نہیں ہے حدیث حدیث نہیں ہے ایک کوزہ ہے جس

میں سمندر بند کیا گیا ہے۔ ایک جام جہاں نما ہے جس میں فضائل و کمالات کی ایک دنیا نظر آ رہی ہے۔ ایک نقطہ ہے جس میں پورا قرآن فضیلت سمٹ کر آ گیا ہے۔

فاطمہؑ نور رسالت کا ایک جز ہیں۔ فاطمہؑ عظمت رسالت کا ایک جز ہیں۔ فاطمہؑ کمالات رسالت کا ایک جز ہیں یا یوں کہا جائے کہ فاطمہؑ اولیاء سے افضل ہیں فاطمہؑ انبیاء سے افضل ہیں۔ فاطمہؑ مرسلین سے افضل ہیں۔ فاطمہؑ صاحبان شریعت سے افضل ہیں۔ فاطمہؑ حاملان کتاب سے افضل ہیں اور اگر چہاردہ معصومین ایک ہی نور کے اجزاء نہ ہوتے تو یہ کہنے کی بھی جرأت ہوتی کہ فاطمہؑ کل کائنات سے افضل ہیں لیکن یہ قدرت کا اہتمام تھا کہ ایک نور کامل کے چودہ ٹکڑے کر کے کسی کو رسالت کے لئے منتخب کر لیا کسی کو امامت کا ذمہ دار بنا دیا اور فاطمہؑ کو درمیان کی مرکزی شخصیت بنا دیا۔ اس مرکزیت کا فائدہ بھی یہ ہوا کہ جب نبوت پر کوئی وقت پڑا تو فاطمہؑ ہی کام آئیں۔ اور جب امامت پر کوئی وقت پڑا تو بھی فاطمہؑ ہی کام آئیں۔ صلوات

تاریخ گواہ ہے کہ دنیائے عرب نے ایک ایسی سازش کر لی تھی کہ فاطمہؑ اس زمین پر قدم نہ رکھنے پائیں۔ اس سازش کا ایک پہلو یہ تھا کہ اس طرح محمد عربیؐ لاولد رہ جائیں گے اور ہمیں ابتر کہنے کا موقع ملتا رہے گا۔ ان کی نسل ختم ہو جائے گی اور ان کا دین و پیغام مٹ کر رہ جائے گا دوسری طرف خدیجہ سے انتقام کا جذبہ بھی تسکین پا جائے گا کہ یہ خدیجہ

وہی ہیں جنھوں نے ہمارے پیغامات کو ٹھکرا کر ہمارے اقتدار کی توہین کی ہے۔ ہماری دولت کو حقارت کی نظر سے دیکھا ہے اب اس کا بدلہ یہی ہے کہ ولادت کے سخت وقت میں بھی کوئی ان کا ساتھ نہ دے اور ان کے گھر آنے والا مولود پہلی سانس ہی میں راہی ملک عدم ہو جائے۔

دشمن اپنے منصوبوں میں مصروف تھے۔ جیسے جیسے اطلاع مل رہی تھی کہ اب خدیجہ کے گھر ولادت ہونے والی ہے۔ عورتوں کی آمد و رفت ختم ہوتی جا رہی تھی اور خدیجہ تنہائی و وحشت کی زندگی گذار رہی تھیں۔ قدرت اس احمقانہ سازش کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی کہ یہ جاہل انسان میرے اقتدار کو کیا جانے۔ یہ ناواقف سماج میرے رحم و کرم کا کیا اندازہ کریگا۔ اسے کیا خبر کہ جب سارا سماج آنا جانا چھوڑ دے گا تو ماں اطمینان کے ساتھ اپنے شکم کے مولود سے گفتگو کریگی۔ جب یہ لوگ ولادت کے خدمات سے کنارہ کش ہو جائیں گے تو میں غیب سے خدمت کرنے والوں کا انتظام کروں گا۔

تاریخ اسلام نے یہ بات واضح کر دی ہے کہ عرب اپنے پیغامات کے ٹھکرا دیئے جانے سے بیحد متاثر تھے اور ہر قسم کے انتقام پر تیار تھے۔ شاید یہی ایک وجہ تھی کہ جو برتاؤ فاطمہؑ کی مادر گرامی کے ساتھ کل کے عرب نے کیا تھا وہی برتاؤ خود فاطمہؑ زہرا کے ساتھ آج کے مسلمانوں نے کیا۔ شہزادی کونین کی مخالفت اور آپ کی اذیت میں پیش پیش رہنے والے افراد کی فہرست مرتب کی جائے تو اندازہ ہو گا کہ اتنا شدید جذبۂ انتقام کہاں سے آیا۔ شکست کھانے والی ذہنیتوں کا انداز ہی یہ ہوتا ہے کہ وہ ہر قسم

کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہو جاتی ہیں۔

خدیجۃ الکبریٰ کے انکار نے ایک طرف ان کی شخصیت کو نشانہ ستم بنایا۔ تو دوسری طرف مرسل اعظمؐ کو بھی حسد و بغض کا نشانہ بنا دیا۔ یہ انسان یہی سوچ رہا کہ اگر اس مرد کا پیغام قبول نہ ہو جاتا۔ اگر یہ درمیان میں نہ آجاتا تو شاید خدیجہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرتیں اور ہمارے پیغامات منظور ہو جاتے بعینہ یہی انداز زوج بتولؐ امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کے بارے میں پیش آیا اور ایک دنیا یہی حسد لے کر بیٹھ گئی جس کا تاریخی ثبوت (کسی) کا یہ قول ہے کہ علیؑ کی طرح اگر میرا عقد فاطمہؑ سے ہو گیا ہوتا تو میں قیامت تک اس پر فخر کرتا۔ فقرہ صاف آواز دے رہا ہے زمانہ گذر گیا لیکن دل کے جذبات دل سے باہر نہیں گئے اور سینے میں ایک کھٹک باقی ہے ظاہر ہے کہ اس کھٹک کا جو ردعمل ہونا چاہیے تھا وہ علیؑ کی زندگی میں ہوا خدیجہ کا انکار پیغمبرؐ کی زندگی کا المیہ بنا اور عقد زہراؑ کا انکار علیؑ کی زندگی کا حادثہ بن گیا اب ہر طرف یہی چرچا ہے کہ اسی شخص کی وجہ سے ہمارے پیغامات رد ہوئے ہیں اسی نے ہمارے وقار کو ٹھیس لگائی ہے ظاہر ہے اس میں علیؑ کا کوئی قصور نہ تھا یہ قدرت کا فیصلہ تھا لیکن انتقام لینے والوں کو ان باتوں سے کیا مطلب۔ انھیں تو کوئی بہانہ چاہیے قدرت نے بھی کہا کہ اچھا اگر ایسا ہی ہے تو ہر منزل پر میرا انتظام و انتقام بھی دیکھ لینا۔ اُدھر دنیا اپنے اپنے انتظامات میں لگی ہوئی تھی اور ادھر قدرت اپنے اہتمام میں مصروف تھی مشیت بار بار آواز دے رہی تھی۔ دیکھو میں اسی سماج میں مصداق کوثر

کو بھیجوں گا اور یہیں خدیجہ کی تمام زحمتوں کا علاج کروں گا۔ کاش دُنیا والے سوچ لیتے کہ جب سارے سماج کی مخالفت حضرت عمران کے فرزند موسیٰ کی ولادت پر پہرے نہ بٹھا سکی تو خاتم النبیینؐ کی دختر نیک اختر کی آمد پر کون پہرے بٹھا سکتا ہے۔

خدیجہ انسان تھیں اور غیر معصوم تھیں۔ انھیں علم غیب حاصل نہ تھا فطری طور پر انھیں ان حالات سے متاثر ہونا چاہیے تھا اور اپنے سماج سے مصالحت کی کوئی تدبیر نکالنا چاہیے تھی۔ لیکن کیا کہنا خدیجہ کے اطمینان نفس اور ثبات قدم کا کہ آپ نے یہ فیصلہ کر لیا کہ اگر دنیا کے اعتماد پر محمدؐ کے قدموں میں آئی ہوتی تو ضرور ان کی مخالفت سے متاثر ہوتی۔ لیکن جب رضائے الٰہی کی خواہش میں یہ اقدام کیا ہے تو ساری دنیا مخالف ہو جائے مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ خدیجہ کے سامنے شوہر کا وہ حوصلہ بھی تھا جہاں ایک ہاتھ پر آفتاب اور ایک ہاتھ پر ماہتاب رکھ دیا جائے تو تبلیغ سے ہاتھ نہیں اٹھ سکتا اور شکم اقدس میں رہنے والی بچی کا استقلال بھی تھا جو بار بار کہہ رہی تھی مادر گرامی! آپ پریشان نہ ہوں یہ آپ کی عظمت اور جلالت ہے کہ قدرت اس سماج سے ہماری خدمت نہیں لینا چاہتی۔

وقت گذرتا جا رہا تھا اور خدیجہؑ کا اطمینان بڑھتا جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ نازک لمحہ بھی آگیا جو عورت کی زندگی میں موت وحیات کی کشمکش کا لمحہ ہوتا ہے اور تنہا خاتون حسرت وحیرت سے چاروں طرف دیکھنے لگتی ہے ایک مرتبہ خدیجہؓ نے نظر اٹھائی تو کیا دیکھا کہ حجرہ کا دروازہ کھلا اور چار

خواتین داخل ہوئیں۔ ایک نے آواز دی میں حوّا ہوں۔ دوسری نے کہا میں آسیہ ہوں۔ تیسری نے کہا میں ہاجرہ ہوں۔ چوتھی نے کہا میں مادر عیسٰی مریم ہوں۔ خدیجہ نے کمال محبت سے فرمایا۔ یہ آپ حضرات نے کیوں زحمت فرمائی؟ آنے والی خواتین نے جواب دیا ہمیں پروردگار عالم نے آپ کی خدمت کے لئے...... بھیجا ہے۔۔۔۔ آپ پریشان نہ ہوں ہم تمام امور انجام دیدیں گے۔ خدیجہ نے اپنی قربانیوں کا صلہ دیکھا تو دل باغ باغ ہو گیا۔

اللہ! یہ میرا مقدر۔ میری خدمت انجام دینے کے لئے اتنی بزرگ خواتین آئی ہیں یہ میرا شرف نہیں ہے۔ یہ میری اس بیٹی کا شرف ہے جو آج کے دن اس دنیا میں آرہی ہے۔ چند لمحے گزرے ولادت کی مشکل آسان ہوئی۔ بچی نے زمین پر قدم رکھا۔ سر سجدۂ خالق میں رکھا۔ انگشت شہادت سے اشارہ کر کے کلمہ پڑھا۔ آنے والی خواتین نے خدمتیں انجام دیں اور پھر یہ قافلہ واپس چلا گیا۔ قافلہ چلا گیا لیکن فضائل وکمالات کا جو قافلہ ان کے ہمراہ آیا تھا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فاطمہؑ کی چوکھٹ پر ڈیرے ڈال کر بیٹھ گیا اور عظمتوں کا یہ سلسلہ یوں آگے بڑھا کر اسی چوکھٹ پر جبرئیل جھولا جھلانے کے لئے آنے لگے۔ میکائیل بچوں کو پنکھا جھلنے کے لئے آنے لگے۔ رضوان جنت درزی بن کر آنے لگا۔ اور وہ دن بھی آیا کہ مرسل اعظمؐ نماز صبح کے بعد چوکھٹ پر سلام کرنے آنے لگے ملاحظات عزیزان گرامی! میرا دل کہتا ہے کہ یہ چار عظیم المرتبت خواتین خدمت

خدیجہ کے لئے نہیں آرہی تھیں بلکہ قصرِ عظمتِ سیدہؑ کی چہار دیواری تیار ہو رہی تھی۔ یا یوں کہا جائے کہ آسمانِ رفعتِ زہراؑ میں چار چاند لگائے جا رہے تھے۔ حواؑ آواز دے رہی تھیں دنیا والو! مجھے دیکھو میں پوری دنیائے انسانیت کی ماں ہوں۔ تم سب میری اولاد ہو لیکن میں اتنا بڑا مرتبہ رکھنے کے باوجود فاطمہؑ کی خدمت انجام دینے کے لئے آرہی ہوں۔ اب تم میں کون ایسا ہے جو فاطمہؑ کی بلندیوں سے نظر ملا سکے۔ فاطمہؑ تو فاطمہ ـــــ آج تو خدیجہ اس منزل پر ہیں جہاں تک کسی انسان تک کی رسائی نہیں ہے ـــــ خدیجہ، مرسل اعظمؐ کی خدمت میں کیا آئیں کر ساری کائنات خدمت خدیجہ میں سمٹ کر آ گئی۔

آسیہ آواز دے رہی ہیں مجھے دیکھو میں نے ایک نبی کی پرورش کی ہے۔ میں نے قصرِ فرعون میں موسیٰؑ کو جگہ دی ہے۔ میں نے خدائی نمائندہ کی تبلیغ کی راہیں ہموار کی ہیں۔ میں نے رب العالمین سے دعا کر کے جنت میں اپنے لئے گھر بنوایا ہے لیکن اس کے باوجود فاطمہؑ کے گھر خدمت گذاری کے لئے آئی ہوں ـــــ پہچانو ـــــ! میرا آنا اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ میں حقدارِ جنت ہوں لیکن فاطمہؑ خاتونِ جنت ہے۔ میں نے بلندیِ کردار کے ثبوت میں موسیٰ کی پرورش کی ہے اور خدیجہ نے امانتِ الٰہی فاطمہؑ کی تربیت کی ہے مجھ میں اور خدیجہ میں وہی فرق ہے جو موسیٰ اور فاطمہؑ میں محسوس کیا جا سکتا ہے۔ میری پرورش کی ہوئی نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن خدیجہ کی پالی ہوئی عصمت کا سلسلہ قیامت تک

قائم رہے گا۔ صلوات

مریم آواز دے رہی تھیں۔ دنیا والو! میری بلندیاں دیکھو! میں ایک مسیح کی ماں ہوں۔ میری عظمت یہ ہے کہ میرے دور میں میرا کوئی ہمسر نہیں پیدا ہو سکا۔ میں اپنے دور کے تمام مردوں اور عورتوں سے بہتر ہوں۔ اللہ نے مجھے عصمت دی ہے۔ میرے لئے بلافصل کے میوے بھیجے ہیں میری خدمت کے لئے حضرت زکریا کو مامور کیا ہے لیکن ان تمام باتوں کے باوجود آج وہ دن ہے کہ مجھے بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہ کے زچہ خانہ کی خدمات انجام دوں۔

سوچو! تمہارا اخاذ ظالم نہیں ہے۔ وہ کسی کے مرتبہ کو گھٹا نہیں سکتا ہم سب جنت میں آرام کر رہے تھے لیکن ہمیں در خدیجہ پر بھیج دیا گیا ہمارا فرض ہے کہ ہم فاطمہؑ کی خدمت انجام دیں۔ اب اگر در سیدہؑ کی عظمت جنت سے بالاتر نہ ہوتی۔ خدمت سیدہؑ درجات میں بلندی کا باعث نہ ہوتی۔ فاطمہؑ کائنات کی مخدومہ نہ ہوتیں تو ہمیں ہرگز اس کام کے لئے نہ بھیجا جاتا۔ یہ ہم نہیں آئے ہیں در فاطمہؑ کی عظمت کی آئیں آئی ہیں۔ ہم نہیں آئے ہیں رضوان جنت کی آمد کے لئے راستہ ہموار ہوا ہے۔ ہم نہیں آئے ہیں۔ نبوت و امامت کی عظمتوں کے فیصلے کا میدان آیا ہے ہم نہیں آئے ہیں عیسائیت کے مقابلے میں اسلام کی عظمت کا ثبوت آیا ہے اب کسی انسان کو یہ کہنے کا حق نہیں ہے کہ نبوت امامت سے افضل ہوتی ہے یا مریم کا مرتبہ فاطمہ زہراؑ سے بلند تر ہے۔ مریم اور فاطمہؑ میں وہی فرق ہے

جو ایک خادمہ اور مخدومہ میں ہوا کرتا ہے۔ صلوات

شاید یہی مصلحت الہی ہو کہ جب ظہور کے بعد مریمؑ کا فرزند اور رشیدہ کا لال دونوں ایک مرکز پر جمع ہو گئے تو شہزادی کا نور نظر امام ہو گا اور کنیز خادمہ مریم کا لخت جگر ماموم بنوت ماموین کی صفوں میں رہے گی اور امامت و قدم آگے۔ عیسائیت نماز پڑھے گی اور محمدیت نماز پڑھائے گی ـــــ صلوات

ارباب کرم! یہیں سے اندازہ کریں کہ جب فاطمہؑ کو اس دنیا میں بھیجنے کے لئے اتنا اہتمام کیا گیا ہے تو جب فاطمہؑ اس دنیا سے رخصت ہو کر بارگاہ احدیت میں جا رہی ہوں گی تو قدرت نے استقبال کا کتنا عظیم انتظام کیا ہو گا عجب نہیں روح رسالت استقبال کے لئے آئی ہو۔ انبیاء نے استقبال کیا ہو۔ حوران جنت نے بڑھ کر قدم چومے ہوں۔ رضوان نے بڑھ کر دروازہ جنت کھولا ہو اور خدیجہ نے آواز دی ہو۔ آ میری نور نظر آ ـــــ میری زہرا تو نے بڑے مصائب جھیلے ہیں۔ ملیکۃ العرب کی شہزادی! تو نے فاقوں پر فاقے کئے ہیں۔ میری لال تیرا محسن شہید ہو گیا ہے۔ میری لخت جگر تیرے پہلو پر دروازہ گرایا گیا ہے۔ میں نے اس امت پر اپنی دولت اسی لئے لٹائی تھی کہ تجھے فاقے کرنے پڑیں۔ تیرا گھر اجاڑ دیا جائے۔ تجھے رونے سے منع کیا جائے۔ تیری پسلیاں توڑ دی جائیں۔

میری لال ـــــ اب نہ گھبرا۔ یہ تیری ماں تیرا انتظار کر رہی ہے۔ میرے پاس آ جا ـــــ۔ ارباب عزا میرا دل کہتا ہے کہ جب مرسل اعظمؐ اور خدیجۃ الکبریٰ نے فاطمہؑ کا پہلو دیکھا ہو گا تو ملاء اعلیٰ میں ایک تلاطم برپا ہوا ہو گا خدیجہ

نے نوحہ پڑھا ہوگا۔ حوران جنت نے ماتم کیا ہوگا۔ نبی کی بیٹی نے فریاد کی ہوگی اور کائنات میں زلزلہ ہوگا ——— باپ نے کہا ہوگا میری بیٹی ابھی داستان غم نہ سُنا۔ ابھی ایک داستان غم تجھے بھی سننا ہے۔ جب تیری زینبؑ کی فریاد ہوگی۔ اماں کیا آپ نے حسینؑ کو اسی دن کے لئے پالا تھا۔ اماں کیا آپ کا فرزند شمر کے خنجر ہی کے لائق تھا۔ اماں ذرا کربلا میں آکر دیکھئے ایک دوپہر میں میرا بھرا گھر اجڑ گیا۔ نہ قاسم رہ گئے نہ علی اکبر۔ نہ عباس رہ گئے نہ عون و محمد ——— اماں اب تو چھ ماہ کا اصغر بھی نہیں رہ۔ اور آپ کے لال کے گلے پر خنجر چل رہا ہے۔

مادر گرامی۔ مجھے سب سے زیادہ خیال یہ ہے کہ جب میں مدینہ سے روانہ ہو رہی تھی اور اپنے والی عبداللہ سے اجازت لینے گئی تھی تو انھوں نے فرمایا کہ زینب تم کہجا رہی ہو لیکن اپنے ساتھ عون و محمد کو بھی لے جاؤ۔ شاید میرے حسینؑ پر کوئی وقت پڑ جائے تو عون و محمد کام آجائیں گے۔ اماں میں نے عون و محمد کو اپنے بھیا پر قربان کر دیا۔ میں نے یہ طے کر لیا کہ جب میرا حسینؑ نہ بچے گا تو عون و محمد رہ کر کیا کریں گے۔ لیکن مادر گرامی یہ سوچتی ہوں کہ اگر عبداللہ نے اپنے بچوں کے بارے میں پوچھ لیا تو کیا ہوگا۔ زینبؑ کیا جواب دے گی۔ کیسے کہے گی کہ آپ کے بچوں کو اپنے ماں جائے پر قربان کر دیا۔ عجب نہیں شہزادی آواز دیں۔ زینبؑ گھبراؤ نہیں۔ عبداللہ بڑے حوصلہ کا انسان ہے۔ اس نے اپنے بچوں کو اسی لئے ساتھ کیا تھا کہ میرے حسینؑ پر قربان ہو جائیں۔ زینبؑ تمہیں تو عبداللہ کا حوصلہ معلوم ہے اُسے میرے حسینؑ سے کتنی محبت ہے

اور اپنے شہزادے پر کس طرح جاں نثار کرتا ہے ـــ ارباب عزا یہی ہوا کر جب قافلہ شام سے چھٹ کر مدینہ آیا اور ثانی زہراؑ جناب عبداللہ کے اصرار پر اپنے بیت شرف میں آئیں اور سر جھکا کر بیٹھ گئیں تو عبداللہ نے شہزادی کو بھائی کا پرسہ دیتے ہوئے کہا بنت زہراؑ آپ اس قدر پریشان کیوں ہیں حسینؑ کا غم تو مجھے بھی تڑپا رہا ہے۔ لیکن ذرا صبر کیجئے۔ ثانی زہراؑ نے کہا عبداللہ میرے عون و محمد بھی نہیں آئے۔ میں نے انہیں بھائی پر قربان کر دیا۔ عزادارو۔ یہ سننا تھا کہ عبداللہ سجدے میں گر پڑے۔ میرے معبود تیرا شکر کہ میرے بچے میرے حسینؑ کے کام آ گئے۔ بنت علیؑ اٹھو۔ شکر خدا کرو۔ اللہ نے تمہاری محنت اپنی راہ میں قبول کر لی اور تمہارے لال میرے آقا پر قربان ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلوٰۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ ؕ
سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ
الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِھِمْ
اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ
فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ مَنْ اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ

مرسل اعظم حضرت محمد مصطفےٰ کا ارشاد گرامی ہے کہ فاطمہؑ میری پارہ جگر اور میرے نور کامل کا ایک جز ہے۔ فاطمہؑ کی مسرت میری مسرت ہے اور فاطمہؑ کی اذیت میری اذیت ۔۔۔۔ اس حدیث مبارک نے فاطمہ زہراؑ کی ذاتی عظمت وجلالت کو نمایاں کرتے ہوئے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ فاطمہؑ اوصاف وکمالات کے اعتبار سے بھی جزو رسالت ہیں منصب نبوت کے علاوہ حضور سرور کائناتؐ میں جتنے اوصاف وکمالات پائے جاتے ہیں فاطمہ زہراؑ ان سارے اوصاف وکمالات میں شریک رسالت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جس طرح رب العالمین نے اپنے حبیب کے اوصاف وکمالات کو

دیکھ کر مختلف مقامات پر نئے نئے القاب وخطابات سے یاد کیا ہے کہیں نبی کہا ہے کہیں رسول۔ کہیں طٰہٰ کہا ہے کہیں یسٰین۔ کہیں مزمل کہا ہے کہیں مدثر۔ کہیں صادق کہا ہے کہیں امین۔ کہیں مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی کی سند دی ہے کہیں وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی" کی ضمانت۔ اسی طرح مرسل اعظمؐ نے بھی اپنی دختر نیک اختر کے فضائل ومناقب پر نظر کر کے فاطمہؑ کو مختلف الفاظ سے یاد کیا ہے۔ کبھی زہرا کہا ہے کبھی عذرا۔ کبھی راضیہ کہا ہے کبھی مرضیہ۔ کبھی صدیقہ کہا ہے کبھی طاہرہ —— کبھی بتول کہا ہے کبھی ذکیہ —— اور پھر ہر لقب سے فضائل ومناقب کی ایک نئی دنیا آباد کی ہے۔

تفصیل کا محل نہیں ہے کہ ان خطابات کی جلالت وعظمت کا اندازہ کرنے کے لئے مفصل بحث کی جائے لیکن ایک نکتہ پر توجہ دینا ضروری ہے کہ ہر خطاب اپنے خطاب دینے والے کے اعتبار سے بلندی وبزرگی پیدا کرتا ہے۔ عوام کے دیئے ہوئے القاب اور ہوتے ہیں حکومت کے دیئے ہوئے خطابات اور —— جاہلوں کے القاب کی قیمت اور ہوتی ہے صاحبان علم کے خطابات کی قیمت اور۔ صاحبان علم کی بھی دو قسمیں ہیں۔ کچھ لوگ ماضی کے حالات کو دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں اور کچھ لوگ ایسی صلاحیت کے مالک ہوتے ہیں کہ ان کے سامنے ماضی کی طرح مستقبل بھی آئینہ ہوتا ہے اور وہ سارے زمانوں کو پیش نظر رکھ کر خطابات عطا کرتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ خطابات کی دنیا میں سب سے زیادہ قیمتی وہی خطابات ہونگے جن کا عطا کرنیوالا ظاہر و باطن ، ماضی و حال و مستقبل ـــــ کے تمام کیفیات سے باخبر ہو اور پھر صلاحیتوں کو دیکھ کر کوئی خطاب دے ہم نے مرسل اعظمؐ کے خطابات کو اسی لئے قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے کہ ان کا عطا کرنے والا علام الغیوب اور ہر دور کے حالات سے باخبر ہے اس کا فیصلہ قابل ترمیم نہیں ہے ساری کائنات میں انقلاب آسکتا ہے لیکن خدا کے عطا کردہ خطابات واپس نہیں ہو سکتے ـــــ خدا اور بندۂ خدا کے خطابات کا نمایاں فرق یہی ہے کہ اہل دنیا ایک ہی شخص کو ایک دور میں خلیفۃ المسلمین کا خطاب دیتے ہیں اور دوسرے وقت میں ولید فاسق کے نام سے تعبیر کرتے ہیں ۔ خدائی خطابات میں ایسا کوئی امکان نہیں ہے ۔ یہاں جو ماضی ہے وہی حال ہے اور جو حال ہے وہی مستقبل ہے کائنات منقلب ہو جائے یہ ممکن ہے لیکن خدا کا بنایا ہوا امام غیر امام ہو جائے یہ ممکن نہیں ـــــ صلوات

صدیقہ طاہرہؑ کے خطابات بھی کسی امتی کے عطا کردہ نہیں ہیں کہ ان کی حیثیت دنیاوی خطابات کی سی ہو انھیں اجمالی طور پر آیت تطہیر کے ذریعہ رب العالمین نے عطا کیا ہے اور تفصیلی طور پر مرسل اعظمؐ نے عطا فرمایا ہے جن کے بارے میں قرآن کریم نے فیصلہ کر دیا ہے کہ میرا حبیب اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا یہ وہی کہتا ہے جو وحی الٰہی ہوتی ہے ـــــ صلوات

پیغمبر اسلامؐ نے فاطمہؑ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لئے

ان خطابات کا اعلان فرمایا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ میری فاطمہ ع فاطمہ ہے۔ اس لئے کہ فاطمہ ع کے معنی چھڑا دینے والی کے ہیں اور فاطمہ ع اپنے دوستوں کو آتش جہنم سے آزاد کرا دے گی۔ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محبت زہرا ع میں اتنا اثر ہے کہ وہ گنہگاروں کو آتش جہنم سے نجات دلا سکے۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ جس کی محبت گنہگاروں کو جنتی بنا سکتی ہے۔ گناہوں کو محو کر سکتی ہے کیا اس کے دامن کردار پہ گناہ کا کوئی دھبّہ آ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں تو پھر مجھے کہنے دیجئے کہ فاطمہ ع کا نام نامی خود عصمت کبریٰ کی ایک واضح دلیل ہے فاطمہ ع کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ وجود نجات حاصل کرنے کے لئے نہیں ہے نجات دلانے کے لئے ہے۔ نجات لینے والے انسان اور ہوتے ہیں اور نجات دینے والے انسان اور ــــ صلوات

فاطمہ ع ــــ زہرا ع بھی ہیں زہرا اسے کہتے ہیں جس سے روشنی ظاہر ہوتی ہے اور فاطمہ ع جب مصلائے عبادت پر آتی تھیں تو زمین سے آسمان تک نور کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا تھا۔ شاید اس اعجاز کی مصلحت یہ رہی ہو کہ دنیا والے علی ع کی آواز سن کر ان کی تسبیح و تہلیل کا اندازہ کر لیا کرتے تھے یہ کیسے معلوم ہو گا کہ فاطمہ ع کا انداز عبادت کیا ہے؟ فاطمہ ع اپنی صدائے تکبیر مکہ و مدینہ والوں کو نہیں سنا سکتیں۔ قدرت نے اس حجاب کی لاج رکھ لی اور پردہ رکھتے ہوئے بھی فاطمہ ع کی بندگی کو عالم آشکار کر دیا ــــ صلوات

شہزادی کائنات نور مجسم اور نور پیغمبر ص اسلام کا ایک جز تھیں۔ اور نور سے شعاعوں کا برآمد ہونا کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے لیکن سوال یہ ہے

یہ نور حالت نماز ہی میں کیوں ساطع ہوتا تھا؟ شاید اس سلسلے میں قدرت
مصلحت یہ رہی ہو کہ کردار زہراؑ کے ذریعہ دنیا پر یہ بھی واضح کر دیا جائے
نماز خود ایک نور ہے اور نور جب نور سے مل جاتا ہے تو نورانیت کا
سلسلہ زمین سے آسمان تک قائم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ
جب مصلی پہ نور زہراؑ اور نور نماز مل جاتا تھا تو زمین سے آسمان تک
نورانیت کا سلسلہ قائم ہو جاتا تھا اور جب نور زہراؑ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
علیؑ سے مل گیا تو ایسی نورانیت پیدا ہوئی کہ نور کا سلسلہ قیامت تک
لئے قائم ہو گیا اور یقیناً یہ اسی نورانیت کا اثر ہے کہ زمانہ آج تک
نور ہدایت سے روشن ہے اور ایک سلسلہ نورانیت ہے جو چودہ صدیوں
سے قائم ہے اور صبح قیامت تک قائم رہے گا۔ نورانیت کا یہ عالم ہے
نور مجسم پردۂ غیب میں ہے اور شعاعیں اہل ایمان کے دلوں تک
پہونچ رہی ہیں۔ صلوات۔

فاطمہؑ۔ طاہرہ ہیں اور ایسی طاہرہ جن کی طہارت پر آیت تطہیر گواہ
ہے اور آیت تطہیر نے یہاں تک واضح کر دیا ہے کہ فاطمہؑ صرف طاہرہ
نہیں ہیں بلکہ ایسی طاہرہ ہیں جسے قدرت نے حق طہارت کا درجہ عطا
ہے۔ اب خدا ہی جانے کہ طہارت اور فاطمہ زہراؑ میں کیا نسبت تھی کہ
آیت تطہیر بھی اس وقت تک لوح محفوظ میں محفوظ رہی جب تک مرسل اعظمؐ
نے فاطمہؑ کے گھر آ کر چادر کا حصار نہیں قائم کر لیا اور جب فاطمہؑ کے گھر آ کر
چادر کا نیا گھر بنا لیا تو آیت تطہیر کو نزول کا راستہ مل گیا۔ کہ فاطمہؑ صرف

ان خطابات کا اعلان فرمایا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ میری فاطمہؑ فاطمہؑ ہے۔ اس لئے کہ فاطمہؑ کے معنی چھڑا دینے والی کے ہیں اور فاطمہؑ اپنے دوستوں کو آتش جہنم سے آزاد کرا دے گی۔ حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محبت زہراؑ میں اتنا اثر ہے کہ وہ گنہگاروں کو آتش جہنم سے نجات دلا سکے۔ اب آپ خود فیصلہ فرمائیں کہ جس کی محبت گنہگاروں کو جنتی بنا سکتی ہے۔ گناہوں کو محو کر سکتی ہے کیا اس کے دامن کردار پر گناہ کا کوئی دھبہ آ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں تو پھر مجھے کہنے دیجئے کہ فاطمہؑ کا نام نامی خود عصمت کبریٰ کی ایک واضح دلیل ہے فاطمؑ کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ وجود نجات حاصل کرنے کے لئے نہیں ہے نجات دلانے کے لئے ہے۔ نجات لینے والے انسان اور ہوتے ہیں اور نجات دینے والے انسان اور ۔۔۔ صلوات

فاطمہؑ ۔۔۔ زہراؑ بھی ہیں زہراؑ اسے کہتے ہیں جس سے روشنی ظاہر ہوتی ہے اور فاطمہؑ جب مصلائے عبادت پر آتی تھیں تو زمین سے آسمان تک نور کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا تھا۔ شاید اس اعجاز کی مصلحت یہ رہی ہو کہ دنیا والے علیؑ کی آواز سن کر ان کی تسبیح و تہلیل' کا اندازہ کر لیا کرتے تھے یہ کیسے معلوم ہو گا کہ فاطمہؑ کا انداز عبادت کیا ہے؟ فاطمہؑ اپنی صدائے تکبیر مکہ و مدینہ والوں کو نہیں سنا سکتیں۔ قدرت نے اس حجاب کی لاج رکھ لی اور پردہ رکھتے ہوئے بھی فاطمہؑ کی بندگی کو عالم آشکار کر دیا ۔۔۔ صلوات

شہزادی کائنات نور مجسم اور نور پیغمبرؐ اسلام کا ایک جزء تھیں۔ اور نور سے شعاعوں کا برآمد ہونا کوئی حیرت انگیز بات نہیں ہے لیکن سوال یہ ہے

یہ نور حالت نماز ہی میں کیوں ساطع ہوتا تھا؟ شاید اس سلسلے میں قدرت
مصلحت یہ رہی ہو کہ کردارِ زہراؑ کے ذریعہ دنیا پر یہ بھی واضح کر دیا جائے
نماز خود ایک نور ہے اور نور جب نور سے مل جاتا ہے تو نورانیت کا
سلہ زمین سے آسمان تک قائم ہو جاتا ہے۔ اسی لئے مجھے کہنا پڑتا ہے کہ
مصلیٰ پر نور زہراؑ اور نور نماز مل جاتا تھا تو زمین سے آسمان تک
انیت کا سلسلہ قائم ہو جاتا تھا اور جب نور زہراؑ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے
علیؑ سے مل گیا تو ایسی نورانیت پیدا ہوئی کہ نور کا سلسلہ قیامت تک
لئے قائم ہو گیا اور یقیناً یہ اسی نورانیت کا اثر ہے کہ زمانہ آج تک
ر ہدایت سے روشن ہے اور ایک سلسلہ نورانیت ہے جو چودہ صدیوں
سے قائم ہے اور صبح قیامت تک قائم رہے گا۔ نورانیت کا یہ عالم ہے
نور مجسم پردۂ غیب میں ہے اور شعاعیں اہل ایمان کے دلوں تک
ر پہونچ رہی ہیں۔ صلوات۔

فاطمہؑ۔ طاہرہ ہیں اور ایسی طاہرہ جن کی طہارت پر آیت تطہیر گواہ
ہے اور آیت تطہیر نے یہاں تک واضح کر دیا ہے کہ فاطمہؑ صرف طاہرہ
نہیں ہیں بلکہ ایسی طاہرہ ہیں جسے قدرت نے حق طہارت کا درجہ عطا
ہے۔ اب یہ خدا ہی جانے کہ طہارت اور فاطمہ زہراؑ میں کیا نسبت تھی کہ
یت تطہیر بھی اس وقت تک لوح محفوظ میں محفوظ رہی جب تک مرسل اعظمؐ
فاطمہؑ کے گھر آ کر چادر کا حصار نہیں قائم کر لیا۔ اور جب فاطمہؑ کے گھر آ کر
در کا نیا گھر بنا لیا تو آیت تطہیر کو نزول کا راستہ مل گیا۔ کم فاطمہؑ صرف

طاہرہ نہیں ہیں بلکہ پنجتن پاک کی طہارت کے اعلان کا وسیلہ بھی ہیں۔
فاطمہؑ وہ طیب وطاہر خاتون ہیں جسے حدیث کساء نے اعلان تطہیر کا مرکز بنایا ہے۔ نبیؐ کی طہارت کا اعلان ہے تو فاطمہؑ کے ذریعہ علیؑ کی طہارت کا اعلان ہے تو فاطمہؑ کے ذریعہ اور ایک پورے سلسلہ عصمت وطہارت کا اعلان کرنا ہے تو فاطمہؑ کے ذریعہ ——— صلوات

فاطمہؑ صدیقہ ہیں اور ایسی صدیقہ کہ صادق وامین پیغمبرؐ نے صدیقہ کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ تاریخ اسلام میں آپ کو بہت سے صدیق اور صدیقہ ملیں گے لیکن یہ سب وہ ہوں گے جنہیں عقیدت مندوں نے خطابات دیئے ہیں۔ چاہنے والوں نے سرفراز کیا ہے۔ نمک خواروں نے سربلند بنایا ہے لیکن علیؑ وفاطمہؑ وہ ہیں جنہیں مرسل اعظمؐ نے ان خطابات سے سرفراز کیا ہے اور اس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ جب مباہلہ کے میدان میں صدیق اور صدیقہ کی ضرورت پڑی تو مرسل اعظمؐ علیؑ وفاطمہؑ اور ان کی اولاد ہی کو لے گئے اور باقی امت میں سے نہ کسی مرد کو لے گئے نہ کسی عورت کو۔ گویا آپ نے واضح کر دیا کہ میدان مباہلہ کو خدائی صادقین کی ضرورت ہے خانہ ساز صدیقوں کی ضرورت نہیں ——— صلوات

صدیقہ طاہرہ کی صداقت کا اعلان ایک طرف مباہلہ کے میدان میں قرآن کریم نے کیا تو دوسری طرف عید کے موقع پر رضوان جنت نے ۔ بچوں نے نئے کپڑوں کا تقاضا کیا۔ معصومہؑ عالم نے یہ کہکر خاموش کر دیا کہ تمہارے کپڑے درزی کے پاس ہیں۔ بچے ماں کے وعدہ پر مطمئن ہو کر سو گئے۔ لیکن نظام

نظام کائنات میں زلزلہ رہا۔ فاطمہؑ کی بات کی تصدیق ضروری ہے۔ جنت کو خیاط خانہ بنایا جائے یہ ممکن ہے۔ رضوان جنت کو درزی بننا پڑے یہ ممکن ہے لیکن فاطمہؑ کے وعدے کی تصدیق نہ ہو یہ غیر ممکن ہے۔ رات گزری صبح کا وقت قریب آیا۔ ایک مرتبہ کسی نے پس در آکر آواز دی۔ حسنینؑ کا درزی کپڑے لیکر آیا ہے۔ سیدہ نے بڑھ کر کپڑے لئے شکر کا سجدہ کیا۔ بچوں کو لباس تو پہنایا اور دنیا پر واضح کر دیا کہ جو راہ خدا میں زندگی لٹا دیتا ہے خدا اس کی ہر بات کی لاج رکھ لیتا ــــــ صلوات

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رضوان جنت نے اپنے کو رضوان کیوں نہیں کہا رضوان کہہ دیتا تو بچوں کا شرف اور ظاہر ہو جاتا۔ درزی سے بات مبہم ہو جاتی ہے۔ پھر اگر آیا تھا تو دروازے پر کیوں آواز دے رہا ہے۔ گھر کے اندر آ کر کپڑے معصومہ عالمؑ کے حوالے کر دیتا ــــــ لیکن شاید اس کی ایک مصلحت یہ تھی کہ رضوان جنت اپنے کو رضوان جنت کہہ دیتا تو اس کا مرتبہ تو واضح ہو جاتا لیکن حسنینؑ کی عظمت ظاہر نہ ہوتی۔ رضوان نے واضح کر دیا کہ میں ساری دنیا کے لئے رضوان ہوں لیکن حسنینؑ کے لئے ایک درزی سے زیادہ کچھ نہیں ہوں۔ صلوات

دوسری بات یہ بھی ہے کہ ہر صاحب اختیار اپنے سے کمتر افراد کے سامنے بزرگی کے ساتھ پیش آتا ہے لیکن جب اپنے سے بلند تر صاحب اختیار کے سامنے جاتا ہے تو اپنے اختیارات کا اظہار نہیں کرتا۔ رضوان جنت کا مسئلہ بھی یہی تھا کہ وہ آج کسی جنت کی رعیت کے گھر نہیں جا رہا تھا بلکہ سردار جنت

نظام کائنات میں زلزلہ رہا۔ فاطمہؑ کی بات کی تصدیق ضروری ہے۔ جنت کو خیاط خانہ بنایا جائے یہ ممکن ہے۔ رضوان جنت کو درزی بننا پڑے یہ ممکن ہے لیکن فاطمہؑ کے وعدے کی تصدیق نہ ہو یہ غیر ممکن ہے۔ رات گزری صبح کا وقت قریب آیا۔ ایک مرتبہ کسی نے پس در آکر آواز دی۔ حسنینؑ کا درزی کپڑے لیکر آیا ہے۔ سیدہ نے بڑھ کر کپڑے لئے شکر کا سجدہ کیا۔ بچوں کو لباس تو پہنایا اور دنیا پر واضح کر دیا کہ جو راہ خدا میں زندگی لٹا دیتا ہے خدا اس کی ہر بات کی لاج رکھ لیتا ——— صلوات

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رضوان جنت نے اپنے کو رضوان کیوں نہیں کہا رضوان کہہ دیتا تو بچوں کا شرف اور ظاہر ہو جاتا۔ درزی سے بات مبہم ہو جاتی ہے۔ پھر اگر آیا تھا تو دروازے پر کیوں آواز دے رہا ہے۔ گھر کے اندر آ کر کپڑے معصومہ عالمؑ کے حوالے کر دیتا ——— لیکن شاید اس کی ایک مصلحت یہ تھی کہ رضوان جنت اپنے کو رضوان جنت کہہ دیتا تو اس کا مرتبہ تو واضح ہو جاتا لیکن حسنینؑ کی عظمت ظاہر نہ ہوتی۔ رضوان نے واضح کر دیا کہ میں ساری دنیا کے لئے رضوان ہوں لیکن حسنینؑ کے لئے ایک درزی سے زیادہ کچھ نہیں ہوں۔ صلوات

دوسری بات یہ بھی ہے کہ ہر صاحب اختیار اپنے سے کمتر افراد کے سامنے بزرگی کے ساتھ پیش آتا ہے لیکن جب اپنے سے بلند تر صاحب اختیار کے سامنے جاتا ہے تو اپنے اختیارات کا اظہار نہیں کرتا۔ رضوان جنت کا مسئلہ بھی یہی تھا کہ وہ آج کسی جنت کی رعیت کے گھر نہیں جا رہا تھا بلکہ سردار جنت

طاہرہ نہیں ہیں بلکہ پنجتن پاک کی طہارت کے اعلان کا وسیلہ بھی ہیں۔ فاطمہؑ وہ طیب وطاہر خاتون ہیں جسے حدیث کساء نے اعلان تطہیر کا مرکز بنایا ہے۔ نبیؐ کی طہارت کا اعلان ہے تو فاطمہؑ کے ذریعہ علیؑ کی طہارت کا اعلان ہے تو فاطمہؑ کے ذریعہ اور ایک پورے سلسلہ عصمت وطہارت کا اعلان کرنا ہے تو فاطمہؑ کے ذریعہ ــــــ صلوات

فاطمہؑ صدیقہ ہیں اور ایسی صدیقہ کہ صادق وامین پیغمبرؐ نے صدیقہ کے لفظ سے یاد کیا ہے۔ تاریخ اسلام میں آپ کو بہت سے صدیق اور صدیقہ ملیں گے لیکن یہ سب وہ ہوں گے جنھیں عقیدت مندوں نے خطابات دیئے ہیں۔ چاہنے والوں نے سرفراز کیا ہے۔ نمک خواروں نے سربلند بنایا ہے لیکن علیؑ وفاطمہؑ وہ ہیں جنھیں مرسل اعظمؐ نے ان خطابات سے سرفراز کیا ہے اور اس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ جب مباہلہ کے میدان میں صدیق اور صدیقہ کی ضرورت پڑی تو مرسل اعظمؐ علیؑ وفاطمہؑ اور ان کی اولاد ہی کو لے گئے اور باقی امت میں سے نہ کسی مرد کو لے گئے نہ کسی عورت کو۔ گویا آپ نے واضح کر دیا کہ میدان مباہلہ کو خدائی صادقین کی ضرورت ہے خانہ ساز صدیقوں کی ضرورت نہیں ــــــ صلوات

صدیقہ طاہرہ کی صداقت کا اعلان ایک طرف مباہلہ کے میدان میں قرآن کریم نے کیا تو دوسری طرف عید کے موقع پر رضوان جنت نے ۔ بچوں نے نئے کپڑوں کا تقاضا کیا۔ معصومہؑ عالم نے یہ کہکر خاموش کر دیا کہ تمہارے کپڑے درزی کے پاس ہیں۔ بچے ماں کے وعدہ پر مطمئن ہو کر سو گئے۔ لیکن نظام

نظام کائنات میں زلزلہ رہا۔ فاطمہؑ کی بات کی تصدیق ضروری ہے۔ جنت کو خیاط خانہ بنایا جائے یہ ممکن ہے۔ رضوان جنت کو درزی بننا پڑے یہ ممکن ہے لیکن فاطمہؑ کے وعدے کی تصدیق نہ ہو یہ غیر ممکن ہے۔ رات گزری صبح کا وقت قریب آیا۔ ایک مرتبہ کسی نے پس در آکر آواز دی۔ حسنینؑ کا درزی کپڑے لیکر آیا ہے۔ سیدہ نے بڑھ کر کپڑے لئے شکر کا سجدہ کیا۔ بچوں کو لباس تو پہنایا اور دنیا پر واضح کر دیا کہ جو راہ خدا میں زندگی لٹا دیتا ہے خدا اس کی ہر بات کی لاج رکھ لیتا ______ صلوات

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ رضوان جنت نے اپنے کو رضوان کیوں نہیں کہا۔ رضوان کہہ دیتا تو بچوں کا شرف اور ظاہر ہو جاتا۔ درزی سے بات مبہم ہو جاتی ہے۔ پھر اگر آیا تھا تو دروازے پر کیوں آواز دے رہا ہے۔ گھر کے اندر آکر کپڑے معصومہ عالمؑ کے حوالے کر دیتا ______ لیکن شاید اس کی ایک مصلحت یہ تھی کہ رضوان جنت اپنے کو رضوان جنت کہہ دیتا تو اس کا مرتبہ تو واضح ہو جاتا لیکن حسنینؑ کی عظمت ظاہر نہ ہوتی۔ رضوان نے واضح کر دیا کہ میں ساری دنیا کے لئے رضوان ہوں لیکن حسنینؑ کے لئے ایک درزی سے زیادہ کچھ نہیں ہوں صلوات

دوسری بات یہ بھی ہے کہ ہر صاحب اختیار اپنے سے کمتر افراد کے سامنے بزرگی کے ساتھ پیش آتا ہے لیکن جب اپنے سے بلند تر صاحب اختیار کے سامنے جاتا ہے تو اپنے اختیارات کا اظہار نہیں کرتا۔ رضوان جنت کا مسئلہ بھی یہی تھا کہ وہ آج کسی جنت کی رعیت کے گھر نہیں جا رہا تھا بلکہ سردار جنت

کے دروازے پر جارہا تھا ضروری تھا کہ شاہی دربار کے آداب کو پیش نظر رکھے اور اس طرح پیش آئے جس طرح ایک خادم اپنے آقا کے سامنے جایا کرتا ہے اور شاید رضوان کے سامنے فطرس کا انجام بھی تھا ہو کہ اس بارگاہ میں تمکنت کے ساتھ جانے سے کام نہیں بنتا بلکہ جو محتاج بن کر جاتا ہے اسی کے درجات بلند ہو جاتے ہیں۔ حد یہ ہے کہ عتاب الٰہی میں مبتلا فطرس ملائکہ پر فخر کرنے کے قابل بن جاتا ہے۔ صلوات

یہیں سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ ملک نے پس در کھڑے ہو کر کیوں آواز دی اور گھر کے اندر کیوں نہ داخل ہو گیا۔ بات یہ ہے کہ رضوان جنت اپنی بھی حیثیت سے باخبر تھا اور عظمت زہراؑ کو بھی پہچانتا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میں جنّت کا ایک نگراں ہوں اور فاطمہؑ سردارانِ جوانانِ جنت کی ماں ہیں۔ اور یہ سلسلہ بھی سرداروں ہی سے متعلق ہے ایسی حالت میں رضوان کی کیا مجال تھی کہ مالک کے گھر میں بلا اجازت داخل ہو جاتا۔ اور میں تو یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ جنت کے انتظامات میں بھی حسنینؑ ہی کی مرضی شامل تھی۔ یہ نہ چاہتے تو رضوان کو یہ شرف ہی حاصل نہ ہوتا۔

ارباب نظر سوچیں کہ جب سیدہ کی مرضی کے بغیر رضوان جنت خانہ سیدہ میں داخل نہیں ہو سکتا تو سیدہ کی مرضی کے بغیر کوئی گنہگار جنت میں کیونکر داخل ہو سکتا ہے سیدہ خاتون جنت ہیں اور جنت میں وہی جائے گا جس سے سیدہ راضی ہو جائیں گی ورنہ جہنم کا حق دار بھی وہی ہو گا جس پر سیدہ کا عتاب نازل ہو جائے گا ـــــ صلوات

رضوان جنت تو پھر رضوان جنت ہے۔ میں تو یہ دیکھتا ہوں کہ ملک الموت جس نے سلیمان کے دروازے پر آکر اجازت نہیں لی وہ بھی در سیدہ پر آکر ٹھہر جاتا ہے اور بلا اجازت گھر کے اندر قدم نہیں رکھتا۔

رسولؐ اعظم کا وقت آخر ہے۔ باپ کا سر بیٹی کے زانو پر ہے۔ ایک شخص نے آکر آواز دی —— میں رسول اکرمؐ کی زیارت کرنا چاہتا ہوں فاطمہؑ نے روک دیا۔ اس نے دوبارہ اجازت طلب کی۔ فاطمہؑ نے پھر فرمایا میرے بابا آرام فرما رہے ہیں یہ وقت ملاقات نہیں ہے۔ اس نے تیسری مرتبہ پھر آواز دی اور اس طرح آواز دی کہ سیدہ کا دل تڑپ گیا۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ آنسوؤں کا رخسار پیغمبرؐ پر آنا تھا کہ آپ نے آنکھیں کھولدیں فرمایا بیٹی خیر تو ہے۔ عرض کی بابا ایک شخص آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ میں بار بار منع کرتی ہوں لیکن اس کا اصرار بڑھتا جا رہا ہے آپ نے فرمایا بیٹی اجازت دیدے۔ تجھے تو معلوم ہے کہ یہ ملک الموت ہے۔ اُس نے آج تک کسی دروازے پر اجازت نہیں لی۔ یہ تیرے در کا شرف ہے کہ ملک الموت بھی بلا اجازت اندر داخل نہیں ہوتا۔ معصومہ عالم نے اجازت دی۔ ملک الموت گھر کے اندر داخل ہوئے۔ اور دنیا نے دیکھ لیا کہ ملک بھی اس ڈیوڑھی پر اجازت کے بغیر قدم نہیں رکھ سکتا اور میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ملک کی کیا حقیقت ہے خود رسولِ اعظم بھی آتے ہیں تو پہلے سلام کرتے ہیں پھر اجازت لیتے ہیں۔ پھر گھر کے اندر داخل ہوتے ہیں۔ یہ کائنات میں

کوئی ایسی خاتون جس کی ڈیوڑھی پر سرورِ عالم اجازت طلب کرتے ہوں یہ سیّدہؑ کا شرف ہے جو کائنات میں کسی کو نصیب نہیں ہوا تو اربابِ کرم جب کائنات میں کوئی سیدہ جیسا نہیں ہو سکا تو علیؑ کا جواب کیا ہو گا ع۔۔ صلوات

لیکن عزادارو! یہ حیات پیغمبرؐ کی منزل تھی جہاں ملک الموت دروازے پر ٹھہرا ہوا تھا، ورنہ پیغمبرؐ کے بعد تو یہی دروازہ تھا جہاں مسلمان آگ اور لکڑیاں لے کر آئے تھے اور آگ لگانے کی کوشش کر رہے تھے اور جب بنت رسولؐ نے ٹوکا یہ کیا غضب کر رہے ہو۔ اس میں پیغمبر کی چھوٹی چھوٹی امانتیں حسنؑ و حسینؑ بھی ہیں تو جواب ملا نہ ہم گھر کو آگ لگا دیں گے چاہے کوئی بھی ہو۔ ورنہ علیؑ کو باہر نکال دو بنت رسولؐ فریاد ہی کر رہی تھی کہ ایک تیر دروازہ پہلو پر گرا۔ پہلو شکستہ ہوا محسن کی شہادت واقع ہوئی۔ شہزادی نے آواز دی فضہ دوڑو۔ فاطمہؑ جا رہی ہے۔ فضہ مجھے سہارا دو۔ میرا پہلو شکستہ ہو گیا فضہ میرا محسن شہید ہو گیا۔ عزادارو! شہزادی غش کے عالم میں تھی۔ اشقیا گھر کے اندر داخل ہوئے علیؑ کے گلے میں رسی ڈالی اور کھینچتے ہوئے مسجد پیغمبرؐ کی طرف لے چلے

تب زہراؑ نے آواز دی ابوالحسن کو چھوڑ دو ورنہ میں اپنے سر کے بال پریشان کر دوں گی مسجد پیغمبرؐ میں زلزلہ آیا۔ دیواریں بلند ہوئیں علیؑ رہا ہوئے میں کہوں گا شہزادی ابھی سر کے بال نہ بکھرائیے۔ ابھی تو صرف ایک علیؑ کے گلے میں رسی ہے۔ شہزادی یہ بال اس وقت بکھرائیے گا جب کربلا میں بارہ گلے ہوں گے اور ایک رسن آپ کی زینبؑ و ام کلثوم رسن بستہ ہوں گی۔ سیدانیوں کے بازوؤں میں ریسمان ظلم ہو گی۔ سکینہ کے گلے میں رسن کا پھندا ہو گا۔ عابد بیمار کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں۔ پیروں میں بیڑیاں

گلے میں طوق خار دار۔ ہاتھوں میں اونٹ کی مہار۔ منادی کی آواز۔ تماشائیو! تماشا دیکھو۔ اولادِ رسول قیدی بنا کر لے جائی جا رہی ہے۔

عزادارو! اشقیاء کے گھر میں گھس جانے سے زہراؑ کے دل پر کیا گذری اور امیر المومنینؑ کا کیا عالم ہوا۔ اس کا اندازہ کرنا ہے تو ایک مرتبہ کربلا تک چلئے عاشور کی رات ہے محضرِ شہادت سنایا جا رہا ہے۔ ایک مرتبہ محضرِ شہادت تمام ہوا اور قاسم کا نام نہیں آیا۔ بچہ تڑپ گیا۔ ارے میرا نام کیوں نہیں آیا۔ کیا مجھے چچا پر قربان ہونے کا شرف نہ ملے گا۔ عزادارو! دنیا کے بچے انعامات کے لئے روتے ہیں اور آلِ محمد کے کمسن بچے شوقِ شہادت میں بیقرار ہیں۔ کوئی بس نہ چلا تو ایک گوشہ میں آکر رونا شروع کیا۔ ماں نے کہا لال خیر تو ہے۔ بیٹا یہ قربانی کا وقت ہے یا رونے کا وقت ہے۔ بیٹے نے عرض کی مادرِ گرامی یہ تو اپنے مقدر کا رونا ہے۔ ماں نے تڑپ کے کہا لال اخیر تو ہے یہ کیا کہہ رہے ہو۔ عرض کی مادرِ گرامی چچا نے محضرِ شہادت سنایا اور میرا نام نہیں آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرے مقدر میں شہادت نہیں ہے۔ ماں نے کہا بیٹا ذرا وہ تعویذ تو کھولو جو بابا نے وقتِ آخر تمہارے بازو پر باندھا تھا اور کہا تھا کہ بیٹا جب کوئی سخت وقت پڑ جائے تو اس تعویذ کو دیکھ لینا اور اس کے مطابق عمل کرنا۔ جلدی سے تعویذ کو کھولا۔ اب جو دیکھا تو کیا دیکھا کہ لکھا ہے۔ بیٹا قاسم اپنے چچا کی مدد کرنا اور چچا کے کام آنا۔ چہرہ پر مسرت کی لہر دوڑ گئی ـــــ دوڑتے ہوئے چچا کی خدمت میں آئے چچا ذرا اس تعویذ کو تو پڑھ لیجئے۔ فرزندِ رسولؐ نے کہا بیٹا یہ کیسا تعویذ ہے کہا چچا جان اسے بابا نے وقتِ آخر میرے بازو پر باندھا تھا اور فرمایا تھا قاسم سخت وقت

میں اسے دیکھ لینا اور اس پر عمل کرنا۔ امام حسینؑ نے تعویذ کو لیا۔ آنکھوں سے لگایا۔ تحریر پڑھی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بیٹا یہ تعویذ لائے ہو یا اپنی موت کا پیغام لائے ہو۔ میرے لال چچا کو ایسے ہی نوشتہ دکھلائے جاتے ہیں۔ عرض کی چچا جان۔ بابا کا حکم ہے۔ آپ سے نہ عرض کروں تو کس سے عرض کروں۔ فرمایا بیٹا اچھا یہ بتاؤ کہ موت تمہاری نظر میں کیسی ہے؟ عرض کی چچا جان شہد سے زیادہ شیریں۔ امام حسینؑ نے فرمایا شاباش میرے لال شاباش۔ بیٹا قاسم محضر شہادت میں تمہارا نام بھی ہے۔ اور میں نے کہنا مناسب نہیں سمجھا تھا ورنہ بیٹا محضر میں تو تیرے بھیا علی اصغر کا نام بھی ہے ——

یہ سننا تھا کہ ایک دم قاسم تڑپ گئے۔ چچا یہ آپ نے کیا فرمایا۔ اصغر کا نام۔ میرے اصغر کا نام۔ چھوٹے بھیا کا نام۔ کمسن مجاہد کا نام —— چچا کیا اشقیا خیمہ تک آجائیں گے حسینؑ نے تسلی دی نہیں میرے لال میں اصغر کو لے کر میدان میں جاؤں گا اور وہاں تیرا بھیا تیر ظلم کا نشانہ بنے گا۔ میں کہوں گا مولا آپ نے قاسم کو تو سمجھا دیا کہ علی اصغرؑ کو میں لے کر میدان تک جاؤں گا۔ لیکن آقا اس وقت کیا ہوگا جب آپ کی شہادت کے بعد خیام میں آگ لگے گی اور سیدانیاں ایک خیمہ سے دوسرے خیمہ کی طرف —— یہاں تک کہ جب آخری خیمہ رہ جائے گا تو آپ کی بہن شہزادی زینبؑ بیمار بھتیجے کے پاس آئیں گی میرے لال آنکھیں کھولو۔ خیموں میں آگ لگی ہے —— بیٹا اب بتاؤ کیا کریں۔ انھیں خیموں میں جل کر مر جائیں یا باہر نکلیں اور عابد بیمار عرض کریں گے پھوپھی اماں۔ جان کا بچانا واجب ہے۔ خیموں سے نکلئے

اور شہزادیاں اس شان سے نکلیں گی کہ سر کے بال کھلے ہوئے۔ منہ پر طمانچے مارتی ہوئی۔ وا محمداہ — واعلیاہ، واحسیناہ کے نعرہ بلند کرتی ہوئی۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ للّٰہِ ربّ العالمین والصلوٰۃ

والسّلامُ علیٰ سیّدِ الانبیاءِ والمرسلین

سیّدنا ومولانا ابی القاسم محمّد وآلہٖ

الطیّبین الطاہرین ولعنۃ اللّٰہ علیٰ اعدائہم

اجمعین اما بعد فقد قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ

فاطمۃُ بضعۃٌ منّی من آذاھا فقد آذانی

حضور سرورِ کائناتؐ کا معروف ومشہور ارشاد ہے۔ فاطمہؑ میری پارۂ جگر اور میرا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اس نے مجھے دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔

حدیث مبارک کے بے شمار پہلوؤں میں یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے جسے آج کی تقریر میں موضوع سخن بنانا چاہتا ہوں۔ کہ مرسل اعظمؐ مالک کائنات کے نمائندہ ہونے کی بناء پر شریعت کی تمام تر ذمہ داریاں لے کر آئے تھے اور ان کا فرض تھا کہ تبلیغ شریعت کے لئے جن احکام اور جن افراد کی ضرورت پڑے ان کی نشاندہی کر دیں اور جن افراد کی کوئی ضرورت

نہیں ان کی بھی نشاندہی کر دیں تاکہ امت اطاعت و محبت کے جملہ ضروریات سے باخبر ہو جائے یہی وجہ ہے کہ پیغمبرؐ جن افراد کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تبلیغ کی منزلوں میں ان کی اہمیت ہے اور جن افراد کی مذمت کرتے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ تبلیغ کی راہ میں رکاوٹ بننے والے ہیں اسلام کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے رشتہ و قرابت اور خاندان و قبیلہ سے متاثر ہو کر کھوکھلی بنیادوں پر کسی کی تعریف یا مذمت کرنا نبوت کے شایان شان نہیں ہے۔ یہ دنیا والوں کا طریقہ ہے اللہ والوں کے اصول اس سے بالکل مختلف ہیں چنانچہ ان حالات میں یہ سوچنا پڑے گا کہ رسولؐ اعظم نے قول و عمل سے فاطمہؑ زہرا کی عظمتوں کو اس قدر اجاگر کیوں کیا ہے اور ان کی فضیلت کے بیان میں اس قدر اہتمام کیوں کیا ہے۔ فاطمہؑ نہ تو رسول ہیں نہ امام۔ ان کا شمار نہ الٰہی منصب داروں میں ہے نہ دین کے ذمہ داروں میں پھر کیا وجہ ہے کہ حضور سرورِ کائنات اٹھتے بیٹھتے فاطمہؑ کی عظمتوں کو واضح کر رہے ہیں اور اس قدر اہتمام برت رہے ہیں کہ ایک دن وہ منزل بھی آجاتی ہے جب فاطمہؑ کو اپنی رسالت کا جز قرار دیدیتے ہیں۔

فاطمہ مرد ہوتیں تو یہ سوچنا بھی ممکن تھا کہ مرد ذاتی طور پر ایک بلندی رکھتا ہے۔ اس کا شمار اونچی صف میں ہوتا ہے۔ وہ تنظیم دنیا کے کام انجام دیتا ہے اس کے مضبوط کاندھوں پر سیاست و مذہب کا بوجھ رکھا جاتا ہے۔ اسی نے ہر دور میں سماج کی اصلاح کا ٹھیکہ لیا ہے عورت تو بہرحال عورت ہے

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنْ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنْ
سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ
الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنْ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِہِمْ
اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ
فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ مَنْ آذَاہَا فَقَدْ آذَانِیْ

حضور سرور کائناتؐ کا معروف و مشہور ارشاد ہے۔ فاطمہؑ میری پارۂ جگر اور میرا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اس نے مجھے دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔

حدیث مبارک کے بے شمار پہلوؤں میں یہ پہلو بھی قابل توجہ ہے جسے آج کی تقریر میں موضوع سخن بنانا چاہتا ہوں۔ کہ مرسل اعظمؐ مالک کائنات کے نمائندہ ہونے کی بنا پر شریعت کی تمامتر ذمہ داریاں لے کر آئے تھے اور ان کا فرض تھا کہ تبلیغ شریعت کے لئے جن احکام اور جن افراد کی ضرورت پڑے ان کی نشاندہی کر دیں اور جن افراد کی کوئی ضرورت

نہیں ان کی بھی نشاندہی کر دیں تاکہ امت اطاعت و محبت کے جملہ ضروریات سے باخبر ہو جائے یہی وجہ ہے کہ پیغمبرؐ جن افراد کے فضائل و مناقب بیان کرتے ہیں ان سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تبلیغ کی منزلوں میں ان کی اہمیت ہے اور جن افراد کی مذمت کرتے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ تبلیغ کی راہ میں رکاوٹ بننے والے ہیں اسلام کو ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے رشتہ و قرابت اور خاندان و قبیلہ سے متاثر ہو کر کھوکھلی بنیادوں پر کسی کی تعریف یا مذمت کرنا نبوت کے شایان شان نہیں ہے۔ یہ دنیا والوں کا طریقہ ہے۔ اللہ والوں کے اصول اس سے بالکل مختلف ہیں چنانچہ ان حالات میں یہ سوچنا پڑے گا کہ رسولؐ اعظم نے قول و عمل سے فاطمہؑ زہرا کی عظمتوں کو اس قدر اجاگر کیوں کیا ہے اور ان کی فضیلت کے بیان میں اس قدر اہتمام کیوں کیا ہے۔ فاطمہؑ نہ تو رسول ہیں نہ امام۔ ان کا شمار نہ الٰہی منصب داروں میں ہے نہ دین کے ذمہ داروں میں پھر کیا وجہ ہے کہ حضور سرور کائنات اٹھتے بیٹھتے فاطمہؑ کی عظمتوں کو واضح کر رہے ہیں اور اس قدر اہتمام برت رہے ہیں کہ ایک دن وہ منزل بھی آجاتی ہے جب فاطمہؑ کو اپنی رسالت کا جزء قرار دیدیتے ہیں۔

فاطمہ مرد ہوتیں تو یہ سوچنا بھی ممکن تھا کہ مرد ذاتی طور پر ایک بلندی رکھتا ہے۔ اس کا شمار اونچی صف میں ہوتا ہے۔ وہ تنظیم دنیا کے کام انجام دیتا ہے اس کے مضبوط کاندھوں پر سیاست و مذہب کا بوجھ رکھا جاتا ہے۔ اس نے ہر دور میں سماج کی اصلاح کا ٹھیکہ لیا ہے عورت تو بہرحال عورت ہے

اُسے کسی دور میں عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا اور عرب سماج نے تو اسے ایک ادنی درجہ کے انسان کا بھی مرتبہ نہیں دیا۔ اس سماج میں تو جب کسی کے گھر لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اسے زندہ دفن کردیا جاتا تھا۔ اور باپ کو یہ سنگدلی گوارہ تھی کہ اپنے پارۂ جگر اور اپنے نتیجۂ زندگی کو خاک میں ملادے لیکن یہ گوارہ نہیں تھا کہ اس دائمی ذلت اور ابدی رسوائی کو برداشت کرے خود تاریخ اسلام گواہ ہے کہ دور جاہلیت میں عربوں نے عورتوں کے ساتھ کتنا بدترین سلوک کیا ہے۔ ایک شخص نے حضور سرور کائنات ص کی بارگاہ میں آکر عرض کی کہ میں نے اپنی متعدد بیٹیوں کو زندہ درگور کردیا ہے اور اب اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ کا سارا بدن کانپ گیا اور آپ نے اظہار حیرت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ تعجب ہے ایسے آدمی پر عذاب الٰہی کیوں نہیں نازل ہوگیا۔ پیغمبر اسلامؐ سے بہتر الٰہی مصالح کو کون جانتا ہے لیکن آپ نے جرم کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے یہ لہجہ اختیار فرمایا اور آنیوالے انسان پر واضح کردیا کہ دائرۂ اسلام میں قدم رکھنے کے بعد اس قسم کے برتاؤ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

عرب کے علاوہ دوسری دنیا کے حالات کا جائزہ لیں تو وہاں بھی یہی عالم نظر آئے گا۔ فلسفہ کی تاریخ شاہد ہے کہ یونان میں ایک مدت تک یہ طے کرنا دشوار تھا کہ عورت کا شمار انسانوں میں کیا جائے یا جانوروں میں! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان فلسفیوں کی عقل پر کیسے پردے پڑ گئے تھے انہوں نے یہ سوچنے کی زحمت کیوں نہیں کی کہ ہمارے وجود کا ایک سنگ بنیاد عورت ہے

گر عورت ہی کا شمار حیوانات میں ہو گیا تو ہماری انسانیت کس طرح سلامت ہے
اور اس تحقیق کی روشنی میں تو یہ کہنے کا حق ہو گا کہ اہل یونان! عورت
ظلمتوں کا جائزہ لینا ہے تو اسلام کی تاریخ پر نظر کرو اور پہچانو کہ یہ عورت
تمہاری نظر میں حیوان ہے۔ اور اس کا شمار انسانوں میں نہیں ہے وہ اگر
حیوان ہے تو ایسی حیوان ہے جس نے تم جیسے انسانوں کو جنم دیا ہے اور
آج تک انسانوں کی خلقت کا کارخانہ اسی کا شکم بنا ہوا ہے اور میں تو اس
سے بالاتر کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک مردوں کی کارگیری کا ہاتھ نہیں
پہونچا وہاں بھی عورتوں کا ہاتھ پہونچا ہوا ہے۔ ابن مریم کی تخلیق میں مردوں
کا کوئی حصہ نہیں ہے لیکن عورت کی مہربانی وہاں بھی شامل حال ہے صلوات
مقصد یہ ہے کہ جس سماج میں عورت کی کوئی قدر وقیمت نہیں تھی
وہاں ایک غیر منصب دار خاتون کو جزء رسالت قرار دینے کا کیا مطلب تھا؟
کیا اس طرح عرب سماج والے یہ نہیں سوچیں گے کہ محمدؐ کی باتوں کا کوئی اعتبار
نہیں ہے۔ یہ تو عزت و ذلت کے سارے معیار بدل دینا چاہتے ہیں انھیں
(معاذ اللہ) اچھائی برائی کا کوئی امتیاز نہیں ہے۔ ان کا مذہب عجائب کا
مجموعہ ہے۔ ان کی باتیں عقل سے دور اور خواہشات سے قریب تر ہیں جس
کا ایک تلخ تجربہ خود تاریخ قرآن میں موجود ہے کہ جب جناب مریمؑ کی والدہ
نے نذر کی کہ میرے شکم میں جو بچہ ہے اسے اللہ کے گھر کی خدمت کے لئے
وقف کر دوں گی اور اس امید میں بیٹھ گئیں کہ عنقریب فرزند پیدا ہونے
والا ہے اور مجھے خانۂ خدا کی خدمت کا شرف ملے گا کہ اچانک مشیت

الٰہی نے مادر مریم کی گودی کو مریم کے وجود سے آباد کر دیا۔ مادر مریم بلند مرتبہ خاتون ہونے کے باوجود اپنے سماج کے نظریات سے باخبر تھیں ایک مرتبہ گھبرا کر بارگاہ احدیت میں عرض کی پروردگار! تو نے لڑکی عطا کی ہے اور میں نے تجھ سے لڑکا مانگا تھا۔

جواب ملا۔ مادر مریم! گھبراؤ نہیں۔ یہ لڑکی ضرور ہے لیکن ہزاروں لڑکوں سے بہتر ہے۔ میں اگر لڑکا دے بھی دیتا تو وہ اس لڑکی کے مثل نہیں ہو سکتا تھا۔ عظمتوں کا معیار صنف نہیں ہے۔ مرد عورت ہونے سے فضائل نہیں ملا کرتے۔ فضائل کا معیار ذاتی شرافت ہے اور اگر شرافت موجود ہے تو عورت مرد سے بہتر ہے۔ اور شرافت نہیں ہے تو مرد بھی عورتوں سے لاکھ گنا بدتر ہے۔ شرف ہوتا ہے تو نبی ایک خاتون کے لئے اٹھتا ہے اور شرف نہیں ہوتا تو مردوں کو بھی گز بار سے اٹھا دیتا ہے۔ صلوات

تاریخ دنیا کے انھیں حالات کا جائزہ لینے کے بعد یہ مسئلہ اور بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ مرسل اعظمؐ نے اپنی بیٹی کے فضائل و کمالات کا اعلان کر کے اپنے سماج سے مخالفت کیوں مول لی اور آخر وہ کون سے اسباب تھے جن کی بنا پر حضور سرور کائناتؐ نے اس اعلان کی ضرورت محسوس کی

اعلان تو پھر قابل برداشت تھا کمال یہ ہے کہ جس صنف کو پورا سماج دفنا دینے کے قابل سمجھ رہا تھا جب اسی صنف کی ایک فرد مرسل اعظمؐ کے دربار میں آجاتی تھی تو آپ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے

سوچئے! اس وقت عرب کے دل پر کیا گذرتی ہوگی اور انھوں نے

پیغمبرؐ کے بارے میں کیا کیا سوچا ہوگا۔ خود اصحاب کرام کی تیوریوں پر بھی کیسے بل آئے ہوں گے لیکن تاریخ میں کسی اعتراض کا کوئی ذکر نہیں ہے اسکا مطلب یہ نہیں ہے کہ اصحاب میں حضور پر اعتراض کرنے کی ہمت نہ تھی تاریخ اسلام ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہے جہاں اصحاب نے پیغمبرؐ پر اعتراض کیا ہے اور یہاں تک اعتراض کیا ہے کہ حضور کی باتوں کو ہذیان سے بھی تعبیر کیا ہے۔

لیکنؔ حضور کے اس طرز عمل پر اعتراض نہیں ہوا! میرا دل کہتا ہے کہ حضورؐ کی بارگاہ میں گستاخی کرنے والے افراد کے سامنے بھی جب زہراؑ آجاتی تھیں تو ہیبت زہراؑ کا یہ عالم ہوتا تھا کہ مجمع میں کسی میں سانس لینے کی تاب نہ ہوتی تھی۔

مباہلہ کا میدان گواہ ہے کہ عیسائیوں نے کئی دن تک مرسل اعظمؐ کو بھی دیکھا۔ مولائے کائنات کو بھی دیکھا۔ شہزادوں کی بھی زیارت کی۔ لیکن جب مباہلہ کے میدان میں ایک نقاب پوش خاتون آگئی تو جلالت کا یہ عالم ہوا کہ نصاریٰ کا عالم دور سے دیکھ کر پکار اٹھا ـــــ خبردار! ان سے مباہلہ نہ کرنا میں تو آج ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر وہ اشارہ کر دیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے انھوں نے بددعا کردی تو روئے زمین پہ ایک عیسائی نہ بچے گا میں کہوں گا نصاریٰ! تم نے ساری جلالت کو پہاڑوں کے ٹال دینے میں کیوں سمجھا۔ فاطمہؑ کی منزل اس سے کہیں زیادہ بلند ہے۔ فاطمہؑ بارگاہ احدیت میں دعا کردیں تو پہاڑ کیا شے ہے موت ٹل سکتی ہے۔ اور یہ بھی ایک اہتمام

قدرت ہے کہ پہاڑ کے ٹلنے کی جلالت عیسائیوں پر آشکار کی گئی اور موت کے ٹال دینے کی عظمت یہودیوں پر واضح کی گئی تاکہ دنیا پہچان لے کہ اسلام کی عزت و عظمت نبی کے گھرانے سے ہے باہر والوں سے نہیں یاد کیجئے اس موقع کو جب فاطمہ زہراؑ ایک یہودیہ کے عقد میں شرکت کرنے کے لئے تشریف لے گئیں اور اچانک دلہن کی موت سے شادی کا گھر غم کدہ بن گیا۔ تو زہراؑ ہی کی دعا کا اثر تھا کہ موت ٹل گئی اور زندگی پلٹ آئی۔

میں آواز دوں گا۔ یوسفؑ! آؤ فاطمہ زہراؑ کی عظمت دیکھو۔ جاتی ہوئی جوانی کو پلٹا دینا تمہارا کام تھا اور گئی ہوئی زندگی کا واپس بلا لینا فاطمہ زہراؑ کا کام ہے ____ صلوات

اور جب فاطمہؑ اتنی با اختیار خاتون ہیں کہ ان کی دعا پر گئی ہوئی زندگی پلٹ سکتی ہے تو پھر فاطمہؑ کا ہمسر کون ہوگا: اس کے لئے تو ایسے ہی باکمال انسان کی ضرورت ہے جس کے اختیار میں موت و حیات بھی ہو کہ وہ نماز جنازہ پڑھائے تو موت آجائے اور ٹھوکر مارے تو مردہ اٹھ کھڑا ہو۔ شاید اسی لئے مرسل اعظمؐ نے اعلان کر دیا تھا کہ اگر علیؑ نہ ہوتے تو میری فاطمہؑ کا کوئی ہمسر نہ ہوتا ____ خود علیؑ کی ہمسری کی دلیل تو آفتاب کی طرح روشن ہے کہ فاطمہؑ کا اقتدار یہ ہے کہ ایک عورت کی زندگی پلٹا دیں اور علیؑ کا اقتدار یہ ہے کہ پورے نظام شمسی کو پلٹا دیں ____ صلوات

یہودی تو یہودی ۔ عیسائی تو عیسائی ہیں عظمت سیدہؑ کا تو یہ عالم ہے کہ جب چار منصب داروں کے ساتھ زیر کساء آجاتی ہیں تو نگاہ ملک بھی

ہ کرنے لگتی ہے اور فلک پر جبرئیل گھبرا کر عرض کرتے ہیں۔ پالنے والے
زیر کسا کون ہیں ؟ اور قدرت جواب دیتی ہے۔ یہ فاطمہؑ ہیں اور ان کے
ب ـــــ ان کے شوہر اور ان کے فرزند ـــــ صلوات

گذارش یہ کر رہا تھا کہ رسل اعظمؐ نے سارے سماج کے خلاف بیٹی
احترام کی رسم کیوں قائم کی اور سماج کی مخالفت کا اتنا شدید مقابلہ کیوں کیا؟
جہاں تک میرا خیال ہے۔ بانی اسلام عزت واحترام کے جھوٹے معیاروں
غلط ثابت کر کے ایک مستحکم اور پائیدار معیار قائم کرنا چاہتے تھے آپ کا مقصد
تھا کہ لوگوں پر واضح کر دیں کہ شرافت اپنی جدوجہد سے حاصل ہوتی ہے کسی
صنف یا قبیلہ کا جزو بن جانے سے شرافت نہیں ملا کرتی۔ لیکن آپ یہ بھی جانتے
ہے کہ یہ اقدامات انتہائی خطرناک ہیں اور ان سے شدید مصائب کا سامنا
نا پڑے گا اس لئے آپ موقع کے منتظر تھے کہ کوئی باعظمت خاتون سامنے
جائے تو اسے نمونہ عمل بنا کر صنف نسواں کی بلندیوں کا اعلان کریں تاکہ عورت
عظیم کا فرض بھی ادا ہو جائے اور سماج میں اختلاف کی جراًت بھی نہ پیدا
ر سکے۔

قدرت اپنے دین کی تبلیغ کے اسباب خود فراہم کرتی ہے آواز آئی۔
رے حبیب گھبراؤ نہیں ـــــ معراج کی رات میرے پاس آجاؤ۔ میں وہ نمونہ
الت بھی عطا کر دوں گا جو آج بھی تمہاری تبلیغ کا ذریعہ بن سکے اور کل بھی
ہتی دنیا تک تبلیغ کا ایک جلیل القدر سلسلہ فراہم کر دے۔
مرسل اعظمؐ معراج میں گئے اور وہاں سے وجود زہراؑ کے اسباب

لے کر آئے تو دنیا کے سوچنے کے لئے اتنا ہی کافی ہو گیا کہ بیٹیوں کی تاریخ میں ایک ایسی محترم بیٹی بھی ہے جس کے وجود کا سلسلہ زمین پر قائم نہیں ہوا بلکہ فلک سے قائم کیا گیا ہے۔ جاہلیت زدہ ذہنوں کو سوچنا پڑے گا کہ تم نے جس وجود کو ذلت و رسوائی کی نظر سے دیکھا ہے ہم نے اس کا سنگ بنیاد عرش اعظم پر رکھا ہے۔ صلوات

میرے حبیب کا مقدر تو دیکھئے۔ قدرت نے تبلیغ کے کیسے کیسے اسباب فراہم کئے ہیں۔ ازدواج کی عظمت کو ظاہر کرنا ہوا تو خدیجہ جیسی محترم خاتون مل گئیں بیٹیوں کی جلالت ظاہر کرنا ہوئی تو فاطمہؑ جیسی بیٹی مل گئی۔ اور ماں کی بزرگی کو واضح کرنے کے لئے ماں کا وجود قائم نہ رہ سکا تو قدرت نے اس کا بھی انتظام کر دیا اور وجود فاطمہؑ کو ایسا جامع کمالات بنا دیا کہ خود مرسل اعظمؐ کو اعلان کرنا پڑا "ھی ام ابیھا" یہ اپنے باپ کے لئے شفقت و محبت میں ماں کا درجہ رکھتی ہے دنیا کی بیٹیاں اپنے باپ کے لئے صرف بیٹی کی منزل رکھتی ہیں اور میری فاطمہؑ میرے لئے بیٹی بھی ہے اور ماں بھی ہے۔ میں نے بیٹی کا انس پایا ہے تو فاطمہؑ سے اور ماں کی شفقت پائی ہے تو فاطمہؑ سے —— اور یاد رکھو تمہیں بھی اگر مراتب کا اندازہ کرنا ہو تو اسی ایک فاطمہ پر نظر ڈالو۔ یہ ایسی جامع کمالات خاتون ہے جس میں قدرت نے سارے فضائل یکجا کر دئیے ہیں۔ یہ مرسل اعظمؐ کی بیٹی بھی ہے اور کائناتؑ کے امیر کی زوجہ بھی اور حسنینؑ کی ماں بھی اسی لئے تو مباہلہ میں ایک لفظ نسائنا استعمال ہوا تھا تاکہ ہر رشتہ کی نمائندگی ہو جائے اور زہراؑ کوئی کا نمونہ بن جائے۔ صلوات

لیکن افسوس کہ ایک ایسی مقدس خاتون جس کے احترام کے لئے رسول اعظمؐ قیام فرمایا کرتے تھے۔ جب باپ کے بعد دربار حکومت میں آتی ہے تو فاطمہؑ کا احترام نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور آپ کے دعویٰ کی تکذیب کر دی جاتی ہے خدا جانتا ہے یہ فاطمہؑ کا حوصلہ اور مولائے کائناتؑ کا صبر و ضبط تھا کہ ایسی سخت مصیبت کو برداشت کر لیا اور تلوار نہیں اٹھائی۔ ورنہ تاریخ گواہ ہے کہ جب معصومۂ عالمؑ نے آکر خبر دی ہے کہ یا ابا الحسن ـــــ آپ گھر میں بیٹھے ہیں اور سر دربار میری توہین کی گئی ہے ـــــ مجھے بابا کی میراث سے محروم کر دیا گیا ہے تو ایک مرتبہ مولائے کائنات آستین الٹ کر کھڑے ہو گئے اور فرماتے ہیں ـــــ زہراؑ! اگر تم چاہتی ہو تو میں ابھی تمہارا حق لیکر آتا ہوں۔ میرے بازوؤں میں زور خیبر شکنی باقی ہے۔ میری تلوار کی دھار کند نہیں ہوئی ہے تمہارے کہنے کی دیر ہے۔ ابھی دربار کا تختہ الٹ دیتا ہوں۔

یہ کہہ کر اٹھے ہی تھے کہ کان میں مؤذن کی اذان کی آواز آئی۔ مولائے کائنات ٹھہر گئے۔ مؤذن نے کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰه۔

مولائے کائنات نے مڑ کر صدیقہ طاہرہؑ کی طرف دیکھا فرمایا بنت رسول ـــــ میں تمہارا حق تو لے لوں گا لیکن اس نام کے لینے والے نہ رہ جائیں گے اور یہ کلمہ باقی نہ رہ جائے گا ـــــ یہ سنا تھا کہ صدیقہ طاہرہؑ تڑپ گئیں عرض کرتی ہیں یا ابا الحسن! بیٹھ جائیے۔ مجھے ہر مصیبت گوارہ ہے لیکن یہ گوارہ نہیں ہے کہ میرے بابا کا نام مٹ جائے۔

اللہ کیا حوصلہ تھا فاطمہ زہراؑ کا ایک کلمہ کی خاطر اپنا لٹتا ہوا حق برداشت

کر لیا جلتا ہوا دروازہ دیکھ لیا اپنے محسن کی شہادت برداشت کر لی اپنا شکستہ پہلو دیکھ لیا اور پھر پوری کربلا برداشت کر لی لیکن یہ گوارہ نہ کیا کہ باپ کا نام اذان سے نکل جائے یا وہ اذان ہی نہ رہ جائے جس کے لئے باپ نے اس قدر مصیبتیں برداشت کی ہیں ـــــ ارباب عزا! یہ صرف علیؑ کا کلیجہ تھا کہ زہراؑ کا ایک کلمہ پر آئے ہوئے غیظ کو روک لیا اور نکلی ہوئی تلوار کو نیام میں رکھ لیا۔ ورنہ کوئی دوسرا انسان ہوتا تو آج خون کی ندیاں بہہ جاتیں اور اسلام کی تاریخ کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا ـــــ عزادارو اسی علیؑ کے لخت جگر کا نام ہے عباسؑ اور اسی فاطمہؑ کی بیٹی کا نام ہے زینبؑ ـــــ جبھی تو تاریخ کربلا نے بیان کیا ہے کہ جب تیسری محرم کو فرات سے خیمہ ہٹانے کا حکم آیا۔ اور عباسؑ کو جلال آگیا کہ کس کی مجال ہے جو ساقی کوثر کے لال کے خیمے فرات سے ہٹا سکے۔ جب تک عباس زندہ ہے۔ یہ خیمے ترائی سے نہ ہٹ سکیں گے۔ تو جلال کی شدت کو دیکھ کر ایک مرتبہ امام حسینؑ نے جناب زینبؑ سے فرمایا بہن غضب ہو گیا۔ تمہارے شیر کو غصہ آ گیا۔ ثانی زہراؑ اُٹھیں فرمایا۔ فضہ ذرا میرے شیر کو تو بلاؤ فضہ دوڑ کر آئی۔ شہزادے آپ کو بہن نے یاد کیا ہے یہ سننا تھا سر جھکا کر چلے آئے۔ شہزادی خیر تو ہے۔ کہا بھیا غصہ کیوں آگیا۔ کہا شہزادی آپ دیکھ رہی ہیں۔ ظالم ترائی سے خیمے ہٹانا چاہتے ہیں۔ بھلا عباسؑ کے ہوتے ہوئے کس کی مجال ہے کہ آپ کے خیمے ہٹا دے۔ ثانی زہراؑ نے گلے سے لگا لیا شاباش میرے شیر شاباش۔ لیکن بھیا جب آقا کا حکم ہے تو چارہ ہی کیا۔ عرض کرتے ہیں بی بی اگر مولا فرما دیں تو اپنے ہاتھ سے خیمے ہٹا سکتا ہوں۔ ظالموں کی مجال نہیں

ہے کہ آقا کے جام کو ہاتھ لگا سکیں۔ آقا کا حکم ہے تو میں خود ہٹانے کے لئے تیار ہوں۔ ثانی زہرا فرماتی ہیں ــــ ہاں بھیا یہ لڑنے کا وقت نہیں ہے۔ خیمہ ہٹالو۔ عباس نے خیمے ہٹائے لیکن دل پر کیا گذر گئی۔ یہ دہی شیر جانتا ہے قدرت نے آواز دی۔ شاباش میرے عباسؑ تونے مولا کے حکم پر فرات سے خیمے ہٹائے ہیں تو بھی قیامت تک تیرا قبضہ فرات پر رہے۔ اور تیرا روضہ بھی بنے تو فرات کے کنارے ہی بنے تاکہ دنیا دیکھ لے کہ وفادار ایسے ہوتے ہیں اور بات پر مرنے والوں کا انداز یہ ہوتا ہے۔

ارباب عزا۔ کربلا پہونچنے کے بعد یہ پہلی منزل تھی جب ثانی زہراؑ نے اپنے شیر دل بھائی کی شان اطاعت دیکھی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ عاشور کی رات آئی۔ شمر نے علمدار کو آواز دی۔ امام حسینؑ نے حکم دیا۔ بھیا دیکھو کیا کہہ رہا ہے۔ مولا کا حکم پاکر گئے۔ کہا ظالم کیوں یاد کیا ہے؟ اس نے کہا عباس تم میرے رشتہ دار ہو۔ مجھے تمہاری جان عزیز ہے۔ میں تمہارے واسطے امان نامہ لے کر آیا ہوں اب بھی چلے آؤ۔ اپنی زندگی برباد نہ کرو۔ یہ سننا تھا کہ تیوریوں پر بل آگئے۔ ظالم تجھ پر لعنت تیرے امان نامہ پر لعنت۔ اس کے لکھنے والے پر لعنت۔ ارے میرے لئے امان نامہ لایا ہے اور میرے آقا کے لئے امان نہیں ہے۔ یاد رکھ مولا نے روک نہ دیا ہوتا تو اس وقت تیرے جسم پر سر نہ دکھائی دیتا ــــ عزادارو! عباسؑ پلٹ کر آئے۔ فرزند رسول کو روداد سنائی امام نے فرمایا بھیا ذرا خیمہ میں جاؤ۔ بہن منتظر ہے۔ عباسؑ خیمے میں آئے جیسے ہی خیمہ میں قدم رکھا۔ زینبؑ نے بڑھ کر گلے میں بانہیں ڈال دیں۔ بھرے

خیر۔ خیر تو ہے۔ شمر نے کیوں بلایا تھا۔ کہا شہزادی غلام کے لئے امان نامہ لے آیا ہے اور مجھے اپنی طرف بلایا ہے۔ آپ نے فرمایا بھیا تم نے کیا جواب دیا۔ کہا بی بی۔ میں نے کہہ دیا کہ تجھ پر لعنت تیرے امان نامہ پر لعنت۔ میرے لئے امان ہے۔ میرے مولا کے لئے امان نہیں ہے۔ ثانی زہراؑ نے سر جھکا کر فرمایا بھیا اگر تم جانا چاہو تو زینبؑ روکتی نہیں۔ یہ سننا تھا کہ کلیجہ منھ کو آگیا۔ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے ارے بی بی! کیا غلام پر اتنا بھی بھروسہ نہیں ہے۔ یہ آپ نے کیا کہدیا۔ شہزادی میری رگوں میں بھی علیؑ کا خون ہے۔ مجھے بھی آپ ہی نے پالا ہے۔ ثانی زہراؑ نے فرمایا میرے شیر برا نہ ماننا۔ زینبؑ نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ ورنہ بھیا۔ یہ بہن تجھ پر بھروسہ نہ کرے گی تو کس پر کرے گی۔ عزادارو! زینبؑ نے تسکین دی۔ عباسؑ کا دل ٹھہر گیا لیکن ایک لمحہ کے لئے سوچو کہ جس نے اپنے بھائی کی یہ وفا دیکھی ہو۔ اسے جب یہ خبر ملی ہو گی کہ زینبؑ! عباسؑ مرنے کے لئے گئے ہیں۔ بہن اب میرا شیر واپس نہ آئے گا تو کیا گذری ہو گی۔ علیؑ کی بیٹی کے دل پر۔ شاید اسی لئے مقتل نے بیان کیا ہے کہ جیسے ہی زینبؑ نے یہ خبر سنی تڑپ کے فرمایا میرے باپ نے سچ کہا تھا۔ امام حسینؑ نے فرمایا۔ بہن خیر تو ہے۔ بابا نے کیا فرمایا تھا۔ عرض کرتی ہیں۔ بھیا اکیسویں رمضان کی شب تھی۔ بابا کا وقت آخر تھا۔ بابا بار بار میرے بازوؤں کے بوسے لے رہے تھے ایک مرتبہ میں نے کہا بابا یہ کیا ــــــ فرمایا زینبؑ تیرے ان بازوؤں میں رسیاں باندھی جائیں گی۔ میری لال صبر کرنا بیٹی۔ بھیا۔ میں مطمئن تھی کہ جب تک میرا عباسؑ زندہ ہے کس کی مجال کہ میرے بازوؤں میں رسیاں باندھ سکے لیکن بھیا اب معلوم ہو گیا

کہ وہ وقت آگیا ہے جب آپ کی بہن کے بازوؤں میں رسیاں ہوں گی۔ کھلا ہوا سر ہوگا۔ کوفہ و شام کے بازار ہوں گے۔ تماشائیوں کا مجمع ہوگا اور منادی ندا دے گا۔ تماشائیو۔ تماشا دیکھو یہ اولادِ رسولؐ قیدی بنا کرلے جائی جا رہی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِہِمْ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ مَنْ آذَاھَا فَقَدْ آذَانِیْ

حضور سرورِ کائنات ؐ کا ارشادِ گرامی ہے ___ میری فاطمہ ؑ میری پارۂ جگر اور میرا ایک ٹکڑا ہے۔ فاطمہ ؑ کی مسرت میری مسرت ہے اور فاطمہ ؑ کا غضب میرا غضب! عرب کے ایسے بگڑے ماحول میں جہاں لڑکیوں کا وجود ایک ذلت و رسوائی خیال کیا جاتا تھا۔ مرسلِ اعظم ؐ کا اپنی بیٹی کے فضائل و کمالات میں یہ اہتمام اور قول و عمل سے فضائل و مناقب کے نشر کرنے کا یہ سلسلہ دلیل ہے کہ نہ پیغمبر ؐ جیسا حوصلہ مند مرد پیدا ہوا ہے اور نہ فاطمہ ؑ جیسی باکمال خاتون۔

پیغمبر ؐ کے حوصلوں کی بلندی یہ ہے کہ پورے سماج کے نظریات کے خلاف

بیٹی کی عظمت کا اعلان کر رہے ہیں اور فاطمہؑ کے کمالات کی رفعت یہ ہے کہ کسی ایک میں یہ دم نہیں ہے کہ رسولِ اعظمؐ کو ٹوک سکے کہ آپ نے ایک خاتون کی تعریف و تعظیم کیوں کی اور ہمارے خیالات پر ضرب کاری کیوں لگائی

لیکن اربابِ نظر آج میں آپ کو ایک عجیب و غریب منزل تک پہونچانا چاہتا ہوں۔ عرب کے اس باطل خیال کے پس منظر میں جو باتیں کام کر رہی تھیں ان میں سماجی خطرات بھی تھے اور سیاسی توہمات بھی۔ نفسیاتی اندیشے بھی تھے اور معاشی وسوسے بھی اور سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر یہ لڑکی بڑی ہو گئی تو اس کے لئے شوہر تلاش کرنا پڑے گا جو ایک غیرت دار انسان کے لئے بڑا سخت کام ہے۔ پھر اگر شوہر مل بھی گیا تو زندگی بھر کے لئے اس کے اور اس کے خاندان والوں کے سامنے سر جھک جائے گا اور لوگوں کو یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ فلاں کی لڑکی فلاں شخص کے ساتھ یا فلاں خاندان میں بیاہی گئی ہے۔

ان سماجی دشواریوں کے ساتھ ایک بڑی مصیبت یہ بھی ہے کہ بیٹی کبھی کسبِ معاش نہیں کر سکتی اس کا کام گھر میں بیٹھ کر گھر کے کام انجام دینا ہے روزی کمانے کی تمامتر ذمہ داری مرد پر ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جب تک گھر میں رہے ماں باپ کے سر پر بوجھ بنی رہے اور جب رخصت ہو کر جانے لگے تو ایک پورے گھر کا سامان اپنے ہمراہ لے کے جائے۔ معاشی اعتبار سے یہ بڑا سخت مرحلہ تھا ــــــ اور بالخصوص اس دور کے لئے جب ذرائع معاش محدود تھے اور ایک ایک گھونٹ پانی کے لئے خانہ بدوشی کی زندگی گذارنا پڑتی تھی۔

ایسے معاشرے میں جب لوگ مرسلِ اعظمؐ کو بیٹی کی ولادت پر خوش ہوتے دیکھتے ہوں گے تو دل ہی دل میں سوچتے ہوں گے کہ ابھی خوشی منا لیجئے جب بچی بڑی ہوگی اور عقد کا موقع آئے گا تو اندازہ ہوگا ــــ کہ اس وجود کو گلے لگانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔ فاطمہؑ روز بروز عمر کی منزلیں طے کرتی جا رہی ہیں اور پیغمبرؐ کے چہرے پر خوشی کی لہریں دوڑتی جا رہی ہیں۔ سارا معاشرہ حیران ہے کہ آخر انھیں بیٹی کے مستقبل کی فکر کیوں نہیں ہے۔ یہ اپنی بیٹی کے عقد کا انتظام کیوں کر کریں گے۔

کچھ لوگوں کے ذہن میں یہ رہا ہوگا کہ ان کے پاس خدیجہ کی بیشمار دولت ہے انھیں اطمینان ہے اور ان کے چہرے پر پریشانی کے آثار نہیں ہیں لیکن جب سماج نے دیکھ لیا کہ آپ نے راہ اسلام میں مال لٹاتے وقت اس کا کوئی خیال نہیں کیا کہ میرے گھر میں ایک لڑکی بھی ہے اور خدیجہ کبریٰ کی ساری دولت راہ اسلام میں لٹا دی تو لوگوں کے دل میں پھر الجھن پیدا ہوئی آخر انھیں کیا ہو گیا ہے۔ آج تک کوئی ایسا باپ نہیں دیکھا ہے جو اپنی بیٹی کے مستقبل کی طرف سے اتنا بے فکر ہو۔

انھوں نے تو ایک دشواری اور پیدا کر لی ہے کہ عام طور سے لڑکیاں بے پردہ گھومتی ہیں ان کے بارے میں یہ امکان بھی ہے کہ کوئی شخص ان کے حسن و جمال سے متاثر ہو کر ان سے عقد کا پیغام دیدے ان کے گھر میں تو اتنا سخت پردہ ہے کہ ان کی نورِ نظر کو چشمِ فلک نے بھی نہیں دیکھا۔ آخر ان کے گھر کا مستقبل کیا ہوگا ــــ معاشرہ انگشت بدنداں ہے۔ سماج حیران و پریشان ہے

لیکن مرسل اعظمؐ کے سکون و اطمینان میں کوئی فرق نہیں آ رہا ہے۔ آپ اپنے اطمینان و سکون ہی سے دنیا کو سبق دے رہے ہیں کہ فاطمہؑ میری اپنی دولت نہیں ہے جس کی فکر مجھے کرنا پڑے۔ یہ تو خلاق کائنات کا ایک عطیہ ہے جس سے اس نے اپنے حبیب کو نوازا ہے۔ یہ ذمہ داری پیدا کرنے والے کی ہے اس نے پیدا کیا ہے تو عقد کا بھی انتظام کرے گا

کھلی ہوئی بات ہے کہ بیٹی جتنی باکمال ہوتی ہے رشتہ آنا ہی مشکل ہوتا ہے سماج میں کم کمال والے بہت پیدا ہوتے ہیں اور زیادہ کمال والے کم پیدا ہوتے ہیں۔ اب اگر کوئی بھی اپنے کمالات میں بے مثال ہو گئی تو اس کے لئے شوہر بھی لاجواب ہی تلاش کرنا پڑتا ہے اور یہ ایک مزید سماجی دشواری ہے جس سے سرور عالمؐ بھی دوچار تھے۔ آپ کو مالک کائنات نے ایک ایسی دختر عنایت کی تھی جس کا جواب عام انسانوں میں کیا صف انبیا و مرسلین میں بھی نہیں تھا۔ آپ کے لئے یہ مسئلہ اور بھی نازک تھا لیکن جس کا اعتماد خدائے وحدہ لاشریک پر ہو وہ مضطرب نہیں ہوتا۔ آپ نہایت ہی اطمینان سے لوگوں کے پیغامات کو ٹھکراتے رہے اور انتظام قدرت کا انتظار کرتے رہے یہانتک کہ ایک دن ملک نے آکر پیغام سُنایا۔

میرے حبیب فاطمہؑ کا عقد صرف علیؑ سے ہوگا نور کا رشتہ غیر نور سے نہیں ہو سکتا سارے پیغامات کے درمیان علیؑ کا پیغام قبول کر لیا گیا۔ اور دنیاوی جاہ و جلال والوں کے پیغامات رد کر دئیے گئے اور مرسل اعظمؐ نے عقد کا انتظام شروع کر دیا۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قدرت نے اتنا ہی کیوں نہ کہدیا کہ فاطمہؑ کا عقد علیؑ سے ہوگا ـــــ "یہ نور کا رشتہ نور سے ہوگا" ـــــ اس تفصیل کی کیا ضرورت ہے؟ عجب نہیں قدرت نے یہ واضح کرنا چاہا ہو کہ فاطمہؑ وہ نوری مخلوق ہے جس کی نورانیت کا جواب نہ آدمؑ ہیں نہ نوحؑ نہ ابراہیمؑ ہیں نہ اسمٰعیلؑ نہ سلیمانؑ ہیں نہ داؤدؑ۔ نہ یعقوبؑ ہیں نہ یوسفؑ۔ نہ موسیٰؑ ہیں نہ عیسیٰؑ۔ اس منزل نورانیت پر سوائے علیؑ بن ابیطالب کے کوئی فائز نہیں ہے علیؑ و فاطمہؑ دونوں ایک ہی نور رسالت کے اجزاء ہیں۔ لہذا فاطمہؑ کا عقد سوائے علیؑ کے کسی سے نہیں ہو سکتا تو اب مجھے کہنے دیجئے کہ جب فاطمہؑ کی نورانیت کا جواب انبیاء میں نہیں ہے تو عام انسانوں میں کیا گیا ہوگا اور جب امّت کے بڑے بڑے لوگ فاطمہ زہراؑ کا ہمسر نہ بن سکے تو علیؑ کا جواب کیا بنیں گے؟ واضح لفظوں میں یوں کہا جائے کہ ـــــ علیؑ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ رکھنے والو ـــــ! پہلے اپنے کو علیؑ کی زوجہ کا ہمسر بناؤ اس کے بعد شوہر سے مقابلہ کرنا ـــــ صلوات

اس سے بڑی بات یہ ہے کہ کائنات کا ہر رشتہ زمین پر جوڑا گیا ہے اور عقد نکاح کے سارے سلسلے یہیں قائم ہوئے ہیں۔ خود مرسل اعظمؐ کا عقد بھی یہیں ہوا ہے جب کہ ایک طرف کائنات کا شہنشاہ تھا تو دوسری طرف عرب کی شہزادی۔ لیکن یہ خصوصیت صرف علیؑ و فاطمہؑ کے عقد کی ہے جہاں ایک مرتبہ صیغۂ نکاح عرش اعظم پر جاری کیا گیا اور دوسری مرتبہ مرسل اعظم نے زمین پر جاری کیا۔ شاید اس کا راز یہ رہا ہو کہ اب تک جتنے عقد ہوئے ہیں ان میں طرفین کمالات کی یکسانیت کے حامل نہیں تھے۔ ایک طرف عصمت تھی تو دوسری

طرف غیر عصمت اور جہاں خاتون میں عصمت پائی گئی وہاں عقد کی نوبت ہی نہیں آئی اور مریم تاحیات کنواری ہی رہ گئیں۔ مرسل اعظمؐ کے رشتہ ازدواج میں بھی آپ عصمت کبریٰ کے درجہ پر فائز تھے لیکن خدیجہ کبریٰ معصومہ نہ تھیں۔ یہ کائنات کا پہلا اور آخری عقد ہے جو علیؑ و فاطمہؑ کے درمیان واقع ہوا ہے جہاں طرفین کے کمالات میں عصمت ہی عصمت ہے۔ پاکدامنی ہی پاکدامنی ہے طہارت ہی طہارت ہے بلندی ہی بلندی ہے۔ شرافت ہی شرافت ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ آنیوالے ملک نے علیؑ کا عقد فاطمہؑ سے نہیں کرایا بلکہ نور کا رشتہ نور سے کرایا۔ انسان کا رشتہ انسان سے زمین پر قائم ہوتا ہے اور نور کا رشتہ نور سے عرش اعظم پر قائم ہوتا ہے۔ واضح لفظوں میں یوں کہا جائے کہ دنیا کے ہر رشتہ میں صرف بشریت کا لحاظ کیا جاتا ہے اور نکاح ایک مادی رشتہ کا نام ہے لیکن علیؑ و فاطمہؑ کے رشتے میں بشریت کا بھی لحاظ کیا گیا ہے اور نورانیت کا بھی اور یہی وجہ ہے کہ عقد بھی دو منزلوں میں ہوا۔ بشریت کا رشتہ زمین پر قائم ہوا اور نورانیت کا رشتہ عالم میں عرش اعظم پر۔ صلوات

رب العالمین نے علیؑ و زہراؑ کا رشتہ قائم کیا۔ مرسل اعظمؐ نے بزم اصحاب میں اس کی تکرار کی۔ علیؑ نے زرہ بیچ کر دین مہر ادا کیا۔ مرسل اعظمؐ نے اسی رقم سے مختصر سامان خانہ داری خرید کر بیٹی کے حوالے کیا اور دنیائے عرب کی جہالت کو چیلنج کر دیا۔ دیکھو —— ! تمہارا خیال تھا کہ بیٹی جب تک گھر میں رہتی ہے بار رہتی ہے اور جب جانے لگتی ہے تو ایک بھرے گھر کا سامان اپنے ساتھ لے کر جاتی ہے۔ یہ تمہارے جاہلی نظریات کا نتیجہ ہے۔ اسلام نے مہر و جہیز کے مسئلے کو آسان

سے آسان تر بنا دیا ہے اور جہیز کو مہر ہی کی ایک قرار دے دیا ہے جیسا مہر ہوگا ویسا جہیز ہوگا۔ الگ سے کوئی ذمہ داری نہ ہوگی میں نے بھی جہیز کا سلسلہ ختم کر کے رقم مہر ہی سے سارا سامان خرید کر فاطمہ کے حوالے کیا ہے۔ کاش تم نے بھی یہی طرز عمل اپنایا ہوتا تو ان سماجی اور معاشی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا اور دین اسلام پر اعتراض نہ کرتے۔

ممکن ہے کوئی سوچے کہ یہ تو مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے۔ اگر جہیز کا سامان رقم مہر سے خرید اگیا تو عقد نکاح لڑکی کے بجائے لڑکے کے لئے ستم بن جائے گا اور اس سے زیادہ سے زیادہ رقم کا فی الفور مطالبہ کیا جائے گا۔ لیکن کیا کہنا اسلام کی دور رس نگاہوں کا کہ اس نے ایک طرف جہیز کا مسئلہ حل کیا اور دوسری طرف اعلان کر دیا کہ بہترین عورت وہ ہے جس کا مہر کم سے کم تر ہو۔ تاکہ لوگ بیٹیوں کو ذریعۂ معاش نہ بنالیں اور عورتوں کے حقوق کے لئے اسلام کا سارا جہاد تباہ و برباد نہ ہو جائے۔

سوچنے کی بات ہے کہ زہراؑ و علیؑ کا عقد عرش اعظم پر کیوں پڑھا گیا اور یہ کام رب العالمین نے اپنے ہاتھوں میں کیوں لیا۔ جب کہ نظام کائنات یہی ہے کہ انسانیت کے دو رشتوں میں نسبی رشتہ خدا اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے اور جس کو جس طرح جس گھر میں چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور سببی رشتہ بندوں کے حوالے کر دیتا ہے کہ جوڑا پیدا کر دینا ہمارا کام ہے اور اُسے تلاش کر کے اس سے رشتہ قائم کر لینا تمہارا کام۔

لیکن جب علیؑ و فاطمہؑ کے رشتے کا وقت آیا تو قدرت نے یہ کام خود سنبھال

لیا اور ملائکہ کو گواہ بنا کے علیؑ و فاطمہؑ کا عقد پڑھ دیا۔ خدا کی مصلحت کیا تھی یہ تو خدا ہی جانتا ہے لیکن ایک بات جو فوراً سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ خدا کے قائم کئے ہوئے رشتے ٹوٹتے نہیں ہیں اور بندوں کے قائم کئے ہوئے رشتے ٹوٹنے کے قابل ہوتے ہیں۔ بیٹا کتنا ہی نالائق کیوں نہ ہو بیٹا ہی رہے گا۔ باپ کتنا ہی نااہل کیوں نہ ہو باپ ہی کہا جائے گا۔ بھائی قاتل ہی کیوں نہ ہو جائے بھائی ہی کہا جائے گا۔ ماں اولاد کی دشمن ہی کیوں نہ ہو جائے ماں ہی کہی جائیگی یہ رشتے اس وقت بھی نہیں ٹوٹتے جب رشتۂ حیات منقطع ہو جاتا ہے مرنے کے بعد بھی باپ باپ ہی رہتا ہے اور بیٹا بیٹا ہی رہتا ہے! ہاں اگر کوئی رشتہ ٹوٹ سکتا ہے تو وہ بندوں کا رشتہ ہے کہ آج عقد کیا لڑکا شوہر کہا جانے لگا اور لڑکی زوجہ بن گئی۔ دامادی قائم ہو گئی خسر و خوشدامن عالم وجود میں آ گئے اور کل طلاق ہو گئی تو سارے رشتے بیک وقت ختم ہو گئے۔

قدرت کا اشارہ اسی بات کی طرف تھا کہ دنیا کے سارے رشتے ٹوٹ سکتے ہیں لیکن رشتہ علیؑ و فاطمہؑ نہیں ٹوٹ سکتا ـــــ کیوں نہ ہو یہ ابوطالب اور خدیجہ کی قربانیوں کا اثر ہے کہ قدرت نے ایک کو علیؑ جیسا فرزند دیا تو دوسرے کو فاطمہؑ جیسی پارۂ جگر! اور پھر نہ چاہا کہ دونوں کی نسل الگ الگ رہے اور اس میں کسی غیر کا دخل ہو جائے۔ اس نے دونوں کو یکجا کر کے ایک نیا رشتہ قائم کر دیا کہ صبح قیامت تک یہ سلسلہ نصرت قائم رہے۔ ـــــ صلوات

آپ یہ نہ سوچیں کہ آخر اسی عقد میں کیا خصوصیت ہے کہ سارے رشتے ٹوٹ سکتے ہیں اور یہی ایک رشتہ نہیں ٹوٹ سکتا۔ اس نے کہ ہر رشتے کے ختم ہونے

کی ایک ہی صورت ہے جس کا نام ہے طلاق ـــــ اور طلاق کی شرعیت تین صورتیں ہیں ۔۔ طلاق سادہ جس میں نفرت مرد کی طرف سے ہوتی ہے۔ طلاق خلع جس میں نفرت عورت کی طرف سے ہوتی ہے اور طلاق مباراۃ جس میں نفرت طرفین سے ہوتی ہے نفرت کے بغیر طلاق کے واقع ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے اور نفرت کی صرف ایک ہی صورت ہے کہ دونوں کے مزاج، حالات اور طبائع میں اختلاف پیدا ہو جائے اور وہ اختلاف اس منزل پر پہونچ جائے کہ نباہ کرنا مشکل ہو جائے تو طلاق دے کر دونوں کو الگ الگ کر دیا جائے لیکن یہ بات وہیں ممکن ہوتی ہے جہاں طرفین کے مزاج کی ضمانت نہ ہو اور اختلافات کے امکانات پائے جاتے ہوں لیکن جہاں مزاج کا اتحاد، طبیعت کی یکسانیت ارادوں کی وحدت، خیالات کی یک رنگی ـــــ افکار کی ہم آہنگی اور تصورات میں یگانگت کی ضمانت ہو وہاں نہ کسی اختلاف کا امکان ہے اور نہ کسی طلاق کا کوئی امکان ہے معصوم اور غیر معصوم کے رشتے میں یہی فرق ہے کہ اب تک جتنے عقد واقع ہوئے ہیں ان میں ایک فریق معصوم تھا تو ایک غیر معصوم ـــ اس لئے مزاج میں اختلافات کے امکانات تھے اور طلاق بھی قطعی طور پر ممکن تھی لیکن آج جو رشتہ قائم ہو رہا ہے اس میں دونوں طرف عصمت ہی عصمت ہے ۔ طہارت ہی طہارت ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں اختلاف کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور جب مزاج میں اختلاف ممکن نہیں ہے تو طلاق کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے گویا یہ ایک اشارہ ہے کہ کائنات کا ہر رشتہ ٹوٹنے کے لائق ہے لیکن یہ رشتہ ٹوٹنے کے لائق بھی نہیں ہے۔

صلوات۔

اس مقام پر یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ طلاق تو خود ہی مزاج کے اختلاف کی دلیل ہے کہ جب تک مزاج میں اختلاف نہ پیدا ہو جائے طلاق کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا چاہے طلاق براہ راست دی جائے یا دوسرے کو وکیل بنا کر دی جائے ـــــ ہماری جانیں قربان خدیجۃ الکبریٰ کے کردار پر کہ اپنے کو بنت کے کردار کے سانچے میں یوں ڈھال دیا کہ تاحیات حضور کی زبان پر لفظ طلاق نہ آنے پایا جب کہ بعض ازواج کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں اور رسول اکرمؐ نے مولائے کائنات کو یہ حق دیا ہے کہ میرے بعد میری ازواج کو طلاق دے سکتے ہو جیسا کہ امیرالمومنینؑ نے ایک موقع پر یاد بھی دلایا تھا۔ صلوات

علیؑ و فاطمہؑ کا رشتہ کتنا مبارک رشتہ تھا کہ اس کا سلسلہ آج تک قائم ہے اور صبح قیامت تک قائم رہے گا۔ یہ اور بات ہے کہ مقدر نے یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ اس رشتہ سے جتنی اولاد پیدا ہو گی وہ سب اسلام کا فدیہ بنا دی جائے گی۔ چنانچہ حضرت محسن شکم مادر ہی میں شہید ہو گئے ـــــ امام حسنؑ کو زہر دغا سے شہید کیا گیا جس کی وجہ سے آپ کے کلیجے کے بہتر ٹکڑے ہو گئے۔ امام حسینؑ کو کربلا کے میدان میں تین دن کا بھوکا پیاسا شہید کر ڈالا گیا۔ جناب زینبؑ و ام کلثومؑ کو قیدی بنایا گیا اور بے کجاوہ اونٹوں پر بے پردہ دیار بہ دیار پھرایا گیا۔

خدا گواہ ہے کہ کائنات میں اس حوصلہ کی ماں نہیں دیکھی گئی جو حوصلہ قلب زہراؑ میں تھا۔ مقام منیٰ سے اسماعیل کی واپسی کے بعد ایک مرتبہ ہاجرہ کی نظر اسماعیلؑ کے گلے پر پڑ گئی۔ چھری کا نشان نظر آیا۔ باپ سے پوچھا۔ جناب

ابراہیم نے قصہ قربانی بیان کیا۔ ہاجرہ غش کھا کر گر پڑیں۔ ہائے میرا فرزند ذبح ہو گیا
ہوتا تو کیا ہوتا؟ آج فدیہ نہ آیا ہوتا تو کیا ہوتا ـــــ میری تو ساری کمائی
لٹ گئی تھی لیکن میں کہوں گا ہاجرہ! یہ آپ کا دل و جگر تھا کہ ایک تصور پر بیہوش ہو کر
گر پڑیں اور یہ فاطمہ زہراؑ کا کلیجہ تھا کہ اپنی ساری دولت اسلام کی راہ میں
قربان کر دی اور پیشانی پر بل نہیں آیا۔ فاطمہؑ تو فاطمہؑ جسے فاطمہؑ نے اپنی گودی میں
پال دیا اور جس کی رگوں میں اپنے شیر کا اثر دوڑا دیا اس کے حوصلوں کا یہ عالم
ہے کہ جب امام حسینؑ میدان سے عون و محمد کے لاشے لیکر آئے اور بنت علیؑ کو
معلوم ہوا کہ میرے بچے آئے ہیں تو ایک مرتبہ اس تصور سے کانپ گئیں کہ
کہیں کوئی فدیہ تو نہیں آگیا اور میری قربانی رد تو نہیں ہو گئی ـــــ لیکن
جب فضہ نے خبر دی کہ شہزادی ـــــ! چلئے دیکھئے آپ کی گودی کے پالوں
کے جنازے آئے ہیں تو ایک مرتبہ فاطمہؑ کی لاڈلی سجدہ میں گر پڑی ـــــ آواز دی
میرے معبود! تیرا شکر ہے ـــــ تو نے میری محنت کو ٹھکانے لگا دیا ـــــ آج میرے لال
تیرے دین کے کام آگئے ـــــ ارباب عزا! یہ تو علیؑ و فاطمہؑ کی بیٹی کا دل و جگر
تھا۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ جو خواتین اس گھر میں آگئیں۔ ان میں یہی حوصلہ پیدا ہو
گیا۔ آپ تصور کر سکتے ہیں کہ کسی ماں کا لخت جگر میدان میں جائے اور وہ ماں
بچہ کی سلامتی کی دعا بھی نہ کرے؟

عزادارو! یہ دنیا کا قاعدہ ہے کہ جب کسی ماں کا فرزند سفر میں بھیجا جاتا
ہے تو ماں کے لب پر ایک ہی دعا ہوتی ہے۔ پروردگار میرا لال جہاں بھی ہے
سلامت رہے اور جلد ہی مجھ سے آکر مل جائے۔ سفر پرسکون ہو جیسے

بھی دعا بھی رہتی ہے۔ مگر ہائے وہ ماں جس کا نور نظر برچھیوں میں ہے تلوار وں میں ہے۔ خون کے پیاسوں میں ہے اور ماں کی مجبوری یہ ہے کہ وہ اپنے لال کے لئے دعا بھی نہیں کر سکتی۔

تاریخ کربلا گواہ ہے کہ اکبرؑ میدان میں معروف جہاد رہے زخم کھاتے رہے تلوار چلاتے رہے لیکن لیلیٰ نے اس وقت اکبرؑ کی سلامتی کی دعا نہیں کی جب تک خود فرزند رسولؐ نے حکم نہیں دیا۔ یہ اور بات ہے کہ ماں کا کلیجہ تھا جس دل بہت بیتاب ہوا تو کہا فضہ ذرا در خیمہ پر جا کر کھڑی ہو جاؤ اور مولا کے چہرہ پر نگاہ رکھو باپ کا دل ہے۔ اگر میرے لال پر کوئی وقت پڑے گا تو چہرہ کا رنگ متغیر ہو جائے گا۔ فضہ دوڑ کر آئی۔ در خیمہ پر کھڑی ہو گئی۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ مولا کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو رہا ہے۔ بیقرار ہو کر خیمے کے اندر آئی آواز دی شہزادی غضب ہو گیا آپ کے لال کی خیر نہیں ہے۔ آقا کے چہرہ کا رنگ بدل رہا ہے لیلیٰ نے تڑپ کر کہا فضہ ذرا آقا کو خیمہ میں زحمت دو۔ فضہ دوڑ کر آئی فرزند رسولؐ کو آواز دی۔ شہزادے ذرا خیمہ میں چلئے۔ ام لیلیٰ نے یاد کیا ہے امام حسینؑ خیمہ میں آئے لیلیٰ خیر تو ہے تم نے کیوں یاد کیا۔ عرض کرتی ہیں والی میں نے سنا ہے کہ آپ کے چہرہ کا رنگ بدل رہا ہے۔ آقا میرے اکبر کی خیر تو ہے؟ امام حسینؑ نے فرمایا۔ ہاں لیلیٰ تمہارا اکبر سلامت ہے۔ لیکن ایک نامی پہلوان مقابلہ میں آگیا ہے ــــ لیلیٰ تمہارا لال تین دن کا بھوکا پیاسا ہے۔ مقابلہ سخت ہے۔ میں نے نانا سے سنا ہے کہ ماں کی دعا بیٹے کے حق میں جلد قبول ہوتی ہے لیلیٰ جاؤ اکبر کی سلامتی کی دعا کرو۔ حرادا روہ لیلیٰ خیمہ میں آئیں بیبیوں کو آواز دی۔ شہزادیو آؤ ــــ

سیدانیو آؤ۔ مجھ دکھیا پر ایک وقت پڑا ہے۔ میں دعا کروں تم آمین کہنا۔ سیدانیاں آئیں حلقہ بنا۔ لیلیٰ درمیان میں بیٹھیں۔ دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے پروردگار تجھے حسینؑ کے صبر کا واسطہ۔ میرے مالک تجھے حسینؑ کی غربت کا واسطہ اے یوسفؑ کو یعقوبؑ تک پلٹانے والے! میرے اکبر کو پلٹا دے۔ عزادارو! دعا تمام نہ ہوئی تھی کہ فضہ نے آکر خبر دی۔ بی بی مبارک ہو۔ آپ کا اکبرؑ میدان سے واپس آیا ہے۔ لیلیٰ کا دل ٹھہر گیا۔ آواز دی میرے معبود۔ تیرے کرم کے قربان۔ تونے مجھ دکھیا کی فریاد سن لی اور میرے اکبر کو زندہ و سلامت پلٹا دیا ـــــ لیکن رونے والو۔ ابھی ماں کا دل ٹھہرنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک مرتبہ فضہ نے آکر خبر دی۔ بی بی غضب ہو گیا۔ آپ کا لال پھر میدان میں گیا ہے۔ لیلیٰ نے آواز دی۔ فضہ ذرا آقا کو بلاؤ۔ امام خیمہ میں آئے۔ لیلیٰ نے عرض کی یہ کیا میرا اکبر پھر میدان میں گیا ہے؟ امام حسینؑ نے فرمایا ہاں لیلیٰ اب میرا اکبرؑ قربان ہونے گیا ہے۔ لیلیٰ اب اکبر کی سلامتی کی دعا نہ کرنا۔ عزادارو! ماں نے کلیجہ پکڑ لیا ارے میرے لال۔ اب تیرا چہرہ دیکھنا نصیب نہ ہوگا۔ بیٹا اب یہ ماں تیرا دیدار بھی نہ کر سکے گی۔ جاؤ میرے لال جاؤ راہ خدا میں خون میں نہاؤ ـــــ لیلیٰ انہیں تصورات میں خاموش بیٹھی تھیں کہ ایک مرتبہ میدان سے اکبرؑ کی آواز آئی۔ بابا بیٹے کا آخری سلام لے لو بابا حسین دوڑے ہوئے مقتل میں پہنچے جوان کا لاشہ اٹھایا۔ ۱۸ سال کی جوانی۔ ۵۷ سال کی ضعیفی۔ لاشہ نہ اٹھا۔ میدان میں رکھ کے خیمہ کا رُخ کیا۔ آواز دی بنی ہاشم کے بچو! آؤ ضعیف باپ سے جوان بیٹے کا جنازہ نہیں اٹھتا۔ لیلیٰ نے خبر سُنی۔ دل تڑپا۔ آنسوؤں کا سیلا

جاری ہوا۔ زینبؑ کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ شبیہ پیغمبرؐ خاک میں مل گئی
ــــــ وا اکبراہ۔ وا محمداہ، وا علیاہ
انا للہ وانا الیہ راجعون

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ۔ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِھِمْ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ مَنْ اٰذَاھَا فَقَدْ اٰذَانِیْ

"حضور سرورِ کائناتؐ کا ارشاد گرامی ہے فاطمہؑ میری پارۂ جگر اور میرے نور کا ٹکڑا ہے۔"

دنیا کا ہر کلام اپنے متکلم کی بلندی اور اس کی ذمہ داریوں کی بنا پر وزن پیدا کیا کرتا ہے۔ اگر متکلم بے وقار اور غیر ذمہ دار ہے تو کلام بھی بے قیمت ہوا کرتا ہے اور اگر متکلم باوزن و باوقار اور اپنے منصب کے اعتبار سے بہمہ جہت ذمہ دار ہے تو اس کے کلام کا وزن ویسا ہی ہوتا ہے۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی عظمت کا اعلان کرنے والا متکلم کوئی

معمولی انسان نہیں ہے۔ اس فقرہ کا تعلق کسی غیر ذمہ دار آدمی سے نہیں ہے بلکہ اس کا متکلم "مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ" کا مصداق اور رسالت کبریٰ کی ذمہ داریوں کا حامل ہے۔ دنیا کے دوسرے افراد میں تو یہ ممکن ہے کہ کلام و بیان کے مسئلہ میں ان سے کوئی ادنیٰ فروگذاشت ہو جائے اور پھر متکلم کی شخصیت مجروح نہ ہو لیکن مرسل اعظمؐ کے بارے میں یہ ممکن نہیں ہے۔ یہاں ادنیٰ غلطی بھی منصب کی ذمہ داریوں کو مجروح بنا سکتی ہے اور معمولی فروگذاشت بھی منصب الٰہی کے سلسلے کو ختم کر سکتی ہے اس لئے قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ حضور جب کوئی فقرہ ارشاد فرمائیں گے تو اس ذمہ داری کے ساتھ کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائے لیکن کلام کے استحکام میں فرق نہ آنے پائے گا کائنات میں انقلاب آ جائے لیکن بیان منقلب نہ ہونے پائے گا۔

پھر کسی متکلم کی توصیف کی بھی دو قسمیں ہوا کرتی ہیں۔ کبھی توصیف کا کوئی تعلق متکلم کی ذات سے نہیں ہوتا جیسے کوئی زید کی تعریف میں یہ کہے کہ وہ عالم ہے۔ فاضل ہے۔ بہادر ہے۔ سخی ہے یا اسی قسم کی اور تعریفیں جن کا کوئی تعلق متکلم کی ذات سے نہیں ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعریف تعریف کرنے والے کی ذات سے متعلق ہو جاتی ہے اور اس کی شخصیت بھی تعریف کا ایک جزو بن جاتی ہے۔ جیسے آپ کسی کے بارے میں یہ کہیں کہ وہ میری طرح کا عالم ہے میرا جیسا بہادر ہے میری سخاوت کا مظہر ہے اور میرے کرم کا آئینہ دار ہے تو ظاہر ہے کہ اس تعریف کا تعلق اس کی ذات سے نہیں

ہے بلکہ اس میں خود آپ کی ذات بھی شامل ہے۔ اب اگر اس کا علم ناقص ہے تو گویا آپ کا علم بھی ناقص ہے۔ اس کی سخاوت کمزور ہے تو گویا آپ کی سخاوت بھی کمزور ہے۔ اس کے کرم میں بخل کی آمیزش ہے تو گویا آپ کے کرم میں بھی بخل شامل ہے اس کی شجاعت بزدلی کے مترادف ہے تو آپ بھی بزدل و کمزور ہیں۔

مرسل اعظمؐ نے اہلبیتؑ کے فضائل بیان کرنے میں یہی لہجہ اختیار کیا ہے کہ دنیا دیکھ لے کہ میں نے غیر متعلق سمجھ کر تعریف نہیں کر دی بلکہ اپنی ذات کو جزو تعریف بنا کر یہ چاہا ہے کہ میرے بیان کی اہمیت ظاہر ہو اور یہ معلوم ہو جائے کہ اگر ان کا کمال اتنا مستحکم نہ ہوتا تو میں کبھی اپنی ذات کو شامل نہ کرتا۔

استدلال کی یہی وہ قوت تھی جس کا اندازہ نصارائے نجران کو بھی تھا کہ جب مرسل اعظمؐ مباہلہ کے لئے نکلے تو نصاریٰ کے عالم نے دیکھتے ہی کہہ دیا کہ اگر یہ باہر والوں کو مباہلہ کے لئے لائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں اپنی حقانیت میں شبہ ہے اور اگر ایسی خطرناک منزل میں اپنے گھر والوں کو لے آئیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انھیں اپنی صداقت پر مکمل اعتماد ہے اور جب حضرت اپنے دل کے ٹکڑوں کو لے کر چلے تو عالم نصاریٰ نے آواز دی ——— آج وہ چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ خدا سے دعا کر دیں تو پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں۔

عالم نصاریٰ کا یہ اعلان بتا رہا ہے کہ منزل خطر میں گھر والوں کا لانا حقانیت پر اعتماد کی دلیل ہے اب آپ سوچیں کہ جب اولاد کا منزل خطر میں لانا حقانیت کی

دلیل ہے تو ایسی شخصیت کو خطرات سے وابستہ کر دینا کتنی بڑی اہمیت کا حامل ہوگا۔

مرسل اعظمؐ نے اسی انداز سے اہلبیتؑ پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا ہے کہ علیؑ صرف باب علم نہیں ہیں بلکہ اس علم کا دروازہ ہیں جس کا میں شہر ہوں اب اگر دروازے سے کوئی سائل واپس جاتا ہے تو وہ دروازہ کا قصور نہیں ہے بلکہ شہر والوں کا قصور ہے۔

اہلبیتؑ کی مثال عام کشتی کی نہیں ہے جو کبھی ڈوبتی ہے اور کبھی ابھر جاتی ہے ان کی مثال کشتی نوح کی ہے جس نے تمام سوار ہونے والوں کو منزل مقصود تک پہونچا دیا۔ اب اگر اہلبیتؑ میں ہلاکت کا کوئی تصور بھی پیدا ہو گیا تو یہ ان کی ہلاکت کا تصور نہیں ہے بلکہ کشتی نوح کی تباہی کا تصور ہے جسے قرآن کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا۔

اسی انداز سے اس حدیث مبارک کا تجزیہ بھی کرنا ہوگا کہ فاطمہؑ صرف با فضل و کمال نہیں ہیں۔ فاطمہؑ صرف ذی علم و ذی شرف نہیں ہیں۔ فاطمہؑ صرف صاحب فضائل و کمالات نہیں ہیں بلکہ میرا جزء ہیں یعنی اس فضل و کمال کا جزء ہیں جو میرے لئے ہے۔ اس علم و شرف کا جزء ہیں جو میری ملکیت ہے۔ ان فضائل و کمالات کا جزء ہیں جو میری ذات سے وابستہ ہیں۔ اب اگر فاطمہؑ کے علم و فضل عز و شرف، جلالت و عظمت میں ذرہ برابر فرق پیدا ہو جائے تو وہ عصمت کبریٰ کا قصور نہیں۔ رسالت عظمیٰ کی کمزوری ہے اور ظاہر ہے کہ دنیا آل محمدؐ میں قصور ثابت کر کے دعوائے اسلام کر سکتی ہے لیکن عظمت پیغمبرؐ

سے اختلاف کرکے مسلمان نہیں رہ سکتی. صلوات

مرسل اعظمؐ نے اپنی ذات کو توصیف میں شامل کرکے آل محمدؐ کے فضائل وکمالات کے اعتراف کو معیار اسلام وایمان بنادیا ہے. اب مسلمان وہی ہے جوان کی عظمتوں پر ایمان لے آئے اور صاحب ایمان وہی ہے جوان کے فضائل وکمالات کا اقرار کرے. ان کے فضائل کا اقرار آسمان کے ملائکہ نے کیا ہے جنت کے رضوان نے کیا ہے. اور دشمنوں کی باری آتی ہے تو یہودیوں کی محفل نے کیا ہے. عیسائیوں کے مباہلہ نے کیا ہے ـــــ ہاں اگر اقرار نہیں کیا ہے تو اُمت اسلامیہ کے بعض افراد نے نہیں کیا اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان مسلمانوں کو بہتر سمجھوں جنھوں نے اقرار نہیں کیا ہے یا ان یہودیوں اور عیسائیوں کو بہتر سمجھوں جنھوں نے اقرار کر لیا ہے. صلوات

میری اس تمہید سے واضح ہو گیا کہ مرسل اعظمؐ نے اس مختصر سے فقرہ میں انا فاطمہؑ کی پوری عظمت کو اپنی عظمت سے وابستہ کر دیا ہے کہ اب عظمت سیدہؑ ہی صداقت پیغمبرؐ کا بھی معیار ہے اور کردار پیغمبرؐ کا بھی

اور یہی وجہ ہے کہ فاطمہؑ عظمت وجلالت کی ان منزلوں پر فائز ہیں جہاں تک عام انسانوں کی رسائی نہیں ہے. کیا آپ کو یاد نہیں ہے کہ مرسل اعظمؐ کی بھری ہوئی محفل تھی. اصحاب کا مجمع تھا اور حضور نے ایک سوال کر لیا تھا ـــــ بتاؤ! عورت کے لئے سب سے بہتر شے کیا ہے ـــــ؟ اور کوئی ایک جواب نہ دے سکا. سارا مجمع غرق حیرت تھا. کوئی سوچ رہا تھا کہ حسن وجمال کو معیار شرافت بنایا جائے کسی کا خیال تھا کہ مال ودولت کو معیار قرار دیا جائے. کسی کے ذہن میں تھا

کر حسن و سوال کو معیار بنا دیا جائے۔ لیکن محفل رسالت میں کسی ایک میں تاب سخن نہیں تھی۔ ایک سناٹا چھایا ہوا تھا اور ہر ایک دوسرے کی شکل دیکھ رہا تھا کہ ایک مرتبہ بیٹی تک یہ سوال پہونچا اور بیٹی نے عرض کی ـــــ بابا جان عورت کے لئے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ نہ کسی مرد کی نظر اس پر پڑے اور نہ اس کی نظر کسی مرد پر پڑے۔ مرسل اعظم یہ جواب سُن کر تڑپ گئے۔ مسرتوں کی لہریں چہرہ پر نظر آنے لگیں۔ بڑھ کر گلے لگا لیا شاباش بیٹی رسالت کی بیٹی کا یہی ذہن ہوتا ہے گویا رسالت دنیا کو سمجھا رہی تھی کہ شرافت کا معیار معین کرنا تمہارا کام نہیں ہے میرے اہلبیتؑ کا حصہ ہے ـــــ اب آپ خود ہی بتائیں کہ جو مرد اشرفیت کے معیار سے باخبر نہ ہوں گے وہ اپنے گھر کی عورتوں کو سبق کیسے دیں گے اور جب سبق ہی نہ دے سکیں گے تو ان کے گھر میں یہ کمال حجاب کہاں سے آسکتا ہے شاید یہی وجہ ہے کہ تاریخ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مرسل اعظمؐ اپنی ایک زوجہ کے گھر تشریف لائے آپ کے ساتھ آپ کا ایک نابینا صحابی بھی تھا آپ نے اطلاع دی۔ زوجہ نے کہا تشریف لائیے۔ آپ نے فرمایا میرے ساتھ میرا صحابی بھی ہے۔ زوجہ نے عرض کی وہ تو نابینا ہے آپ نے فرمایا بیشک یہ سچ ہے لیکن تم تو نابینا نہیں ہو ـــــ اور یہی پیغمبرؐ اسی انداز سے جب بیٹی کے دروازے پر اجازت طلب کرتا ہے تو زہراؑ عرض کرتی ہیں بابا آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس ایک ہی چادر ہے جس سے سر کا پردہ کرتی ہوں تو پیر کھل جاتے ہیں اور پیروں کو چھپاتی ہوں تو سر کھل جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا لاڈلی! یہ صحابی نابینا ہے۔ عرض کی بابا جان! وہ نابینا ہے لیکن آپ کی زہراؑ تو نابینا نہیں ہے۔

واقعہ مشہور معروف ہے لیکن ذرا واقعہ کی نزاکت پر غور کریں تو آپ کو شہزادی کائنات کی عظمت کا صحیح اندازہ ہوگا معصومہ عالم کے اس ارشاد کا کیا مطلب ہے کہ بابا آذہ نابینا ہے میں تو نابینا نہیں ہوں۔ کیا معصومہ عالم کے لئے امکان ہے کہ آپ کی نظر نامحرم پر پڑ جائے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ آپ سے کوئی غلطی ہو جائے۔ ہرگز نہیں! پھر آپ کا مطلب کیا ہے! اور آپ کیوں فرما رہی ہیں کہ بابا وہ نابینا ہے۔ آپ کی زہراؑ تو نابینا نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فاطمہ زہراؑ حکم حجاب کی عظمتوں کو واضح کرنا چاہتی تھیں اور بتانا چاہتی تھیں کہ میں گھر میں رہ کر عفت کے اس بلند مفہوم سے باخبر ہوں جہاں تک دنیائے صحابیت وزوجیت کا دماغ بھی نہیں پہونچا ہے۔ اور یاد رکھو عملی ارتقاء ہمیشہ فکری پرواز کا تابع ہوتا ہے جس کے ذہن میں عفت کا یہ بلند مفہوم ہی نہ ہوگا وہ اس بلند درجہ پر فائز کیوں کر ہو سکتا ہے۔ یہ شرف صرف فاطمہ زہراؑ کا ہے کہ مصلحت اسلام کے لئے گھر سے باہر بھی نکلیں تو ہر طرف امامت ورسالت کا حصار بنا رہا یا دوسری لفظوں میں یوں کہا جائے کہ نبوت کے نقش قدم پر زہراؑ کے قدم پڑ رہے تھے اور زہراؑ کے نقش قدم پر امامت کے قدم پڑ رہے تھے۔ صلوات۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی یہی بلندی کردار تھی کہ شہزادی کے لئے اپنی ذات کے ساتھ کسی معصیت کا تصور بھی ناقابل برداشت تھا (معاذ اللہ) زہراؑ اور حکم خدا کی مخالفت، فاطمہؑ اور عصیان ـــــ کنیز خدا اور اطاعت الٰہی سے سرتابی ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی ایسا موقع آ گیا تو قدرت نے اپنی کنیز خاص

کی لاج رکھنے کے لئے بات کو عصمت کبریٰ سے توحید تک پہونچا دیا۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ جب مرسل اعظمؐ کی بارگاہ میں ایک چور کو لایا گیا اور لوگوں نے سفارش کی کہ حضور اسے چھوڑ دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس چور کی کیا حقیقت ہے۔ اگر اس کی جگہ پر (معاذ اللہ) میری بیٹی فاطمہؑ بھی ہوتی تو حکم الٰہی کے معاملے میں کوئی رعایت نہ کرتا۔

شہزادی کائنات کو یہ خبر ملی تو روایت کا فقرہ ہے کہ آپ محزون ہوگئیں لیکن تک یہ نہیں کہہ سکتا کہ فاطمہؑ کو باپ کی بات سے تکلیف ہوئی ہاں اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ چوری کے ساتھ اپنا ذکر زہراؑ کے لئے انتہائی صبر آزما ہوگیا۔ فاطمہؑ جانتی تھیں کہ عظمت احکام کے اظہار کے لئے مجھ سے زیادہ عزیز تر کوئی مثال بابا کے سامنے نہیں تھی اس لئے میرا ذکر نا مناسب نہیں تھا لیکن یہ بھی سوچتی ہیں کہ ایک لمحہ کے لئے مجمع کے ذہن میں میرے تصور کے ساتھ چوری کا تصور ضرور آ گیا ہوگا اور یہ میرے لئے انتہائی صبر آزما بات ہے۔

قدرت نے اس مسئلے کو یوں حل کیا اور فوراً ملک آیت لے کر آگیا ۔

"لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ" میرے حبیب! اگر تم بھی شرک اختیار کروگے تو تمہارے بھی اعمال برباد کر دئیے جائیں گے ـــــ مرسل اعظمؐ نے ضرورت تبلیغ کی بنا پر نسبت شرک کو برداشت تو کر لیا لیکن رسالت کے باوجود شرک کی نسبت انتہائی دشوار ثابت ہوئی۔ قلب پیغمبرؐ بے چین تھا کہ اللہ! مقام تبلیغ میں چوری کے ساتھ زہراؑ کا نام کیا لیا کہ قدرت کے تیور ہی بدل گئے اور مجھ سے شرک و کفر کی بات ہونے لگی۔ میرے لئے بھی یہ بات انتہائی صبر

آزما ہے مرسل اعظمؐ اضطراب کے عالم ہی میں تھے کہ ایک مرتبہ ملک آیت لے کر نازل ہوا۔ "لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا" اگر زمین و آسمان میں دو خدا ہوتے تو سارا نظام ہی برباد ہو جاتا۔ یعنی میرے حبیب! گھبراؤ نہیں شرط کے ساتھ نسبت دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ دیکھو! میں نے اپنی طرف بھی فساد کی نسبت دے لی ہے۔ اور یاد رکھو کہ نہ میرے لئے شریک ممکن ہے اور نہ تمہارے لئے شرک۔ نہ تمہارے لئے شرک ممکن ہے نہ زہراؑ کے لئے گناہ و معصیت۔ یہ تو ایک انداز بیان ہے کہ مسئلہ کو پوری اہمیت کے ساتھ بیان کر دیا جائے۔

ارباب نظر! یہ تو واقعہ ہوا۔ اب میں واقعہ سے استفادہ کرتے ہوئے آپ کے اذہان عالیہ کو اس نکتہ کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ اس موقع پر کلام میں تین شرطیں استعمال ہوئی ہیں۔ ایک نبیؐ نے استعمال کی ہے اور دو خدا نے کی ہیں اور تینوں کا ایک ہی انداز رکھا گیا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ جس طرح خدا کے لئے شریک ممکن نہیں ہے، اسی طرح رسول کے لئے شرک ممکن نہیں ہے اور جس طرح رسولؐ کے لئے شرک ممکن نہیں ہے اسی طرح فاطمہؑ کے لئے گناہ ممکن نہیں ہے یا دوسری لفظوں میں یوں کہا جائے کہ فاطمہؑ گناہ اسی وقت کر سکتی ہیں جب رسول مشرک ہو جائے اور رسول کا شرک ہونا اسی وقت ممکن ہے جب خدا کا شریک پیدا ہو جائے یا یوں کہا جائے کہ جس کے ساتھ لفظ خطا و کے استعمال پر رسالت سے توحید تک سب سینہ سپر ہو جاتے ہیں اس سے اگر واقعاً خطا ہو جائے تو کائنات کا ذرہ ذرہ منقلب ہو جائے گا۔ شاید

یہی وجہ تھی کہ شب عید فاطمہؑ کے بیان کو غلط بیانی سے بچانے کے لئے پورے ایوان کائنات میں زلزلہ آگیا اور بالآخر رضوان جنت کو درزی کا بھیس بدل کر دروازہ پر آنا پڑا۔ صلوات

لیکن ارباب عزا نہ جانے کیا مصلحت الٰہی تھی کہ کل جس زہراؑ کے ہلکے سے غبار خاطر پر آیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا آج وہی زہراؑ مرثیہ پڑھ رہی ہے — بابا! آپ کے بعد اتنے مصائب پڑے کہ اگر دن پر پڑتے تو راتوں کی طرح سیاہ ہو جاتے — بابا! کل آپ کی زندگی میں میرا وقار و احترام قائم تھا۔ مسلمان میرے دروازے پر سلام کرنے کے لئے آتے تھے اور آج میں ظالموں سے مقابلہ کر رہی ہوں۔

عجب نہیں — بیٹی کا یہ مرثیہ سن کر باپ کی قبر لرز گئی ہو۔ آواز آئی ہے میری لاڈلی — زہراؑ — میں تیرے مصائب کو دیکھ رہا ہوں۔ لیکن بیٹی دین الٰہی کو انہیں قربانیوں کی ضرورت ہے۔ منصب الٰہی کے حقدار کو پہچنوانے کے لئے انہیں شدائد کا سامنا کرنا ہو گا — فاطمہؑ باپ کی قبر سے پلٹ کر آئیں۔ "طلب" نازنین پیغمبرؐ نے پچھتر یا ۹۵ دن کی مختصر زندگی غم و آلام کی چھاؤں میں گذر گئی — اور یہ پہلا موقع تھا جب قبر پیغمبرؐ پہ بیٹی فریادی بن کر آئی اور باپ کی روح بیتاب ہو گئی۔ اس کا دوسرا موقع پچاس برس کے بعد آیا جب قید شام سے رہا ہو کر نواسی مدینے میں آئی۔ اور بیرون شہر قافلہ ٹھہرا۔ ثانی زہراؑ نے بیمار کربلا سے فرمایا۔ "بیٹا تم ٹھہرو۔ میں نانا کے روضہ پر فریاد کرنے جا رہی ہوں۔ پردہ کا اہتمام ہوا۔ علیؑ کی بیٹی چلی۔ نانا کے

روضہ کے قریب پہونچی۔ روضہ کو دیکھتے ہی آواز دی ـــــ نانا ـــــ! میں آپ کے حسینؑ کی نشانی لے کر آئی ہوں۔ قبر پیغمبرؐ لرزی۔ زینبؑ آگے بڑھیں تعویذ قبر سے لپٹ کر بین کرنا شروع کیا۔ نانا ـــــ! ہم لٹ کر آگئے۔ کربلا میں آپ کا بھرا گھر اجڑ گیا آپ کا حسینؑ مارا گیا۔ نانا ہمارے خیمے جلائے گئے ـــــ ہمارے سروں سے چادریں چھینی گئیں۔ ہمیں دیار بہ دیار پھرایا گیا اور اے نانا ـــــ! اگر آج نامحرموں کا مجمع نہ ہوتا تو شانوں سے ردا ہٹا کر دکھاتی۔ کر ہمیں کربلا سے شام تک تازیانوں پر تازیانے کھانا پڑے ہیں۔ نانا ـــــ کاش آپ سکینہؑ کی پشت دیکھتے۔ اس کے کانوں سے بہتا ہوا خون دیکھتے۔ اس کی فریاد کو سنتے اور دیکھتے کہ بیٹی باپ کی یاد میں کس طرح تڑپ رہی تھی۔

عزادارو! زینب کی فریاد تمام ہوئی۔ فضائے مدینہ میں کہرام برپا ہوا بیٹی نے داستان غم سنائی۔ نانا کی قبر لرزی۔ کائنات میں زلزلہ آیا۔ لیکن ایک خاتون ہے جس کا دل کسی طرح تھمنے کو نہیں آتا۔ لاکھ دل کو بہلاتی ہے لیکن نہیں بہلتا۔ لاکھ اپنے کو سمجھاتی ہے لیکن سکون نہیں ملتا۔ گھر کی طرف دیکھتی ہے تو اپنی بیٹی یاد آتی ہے باہر کی طرف دیکھتی ہے تو اپنا بیٹا یاد آتا ہے۔ جانے میرا لال کن ارمانوں سے باہر گیا تھا۔ میرے دل کو یقین تھا کہ اتنی بڑی فوج میں کوئی تو صاحب اولاد ہوگا۔ کسی کو تو میرے حال پر رحم آجائے گا۔ لیکن ہائے میرا مقدر۔ کسی نے میرے لال کو ایک قطرہ پانی بھی نہ دیا اور پیاسا ہی تیر ظلم کا نشانہ بنایا۔ اللہ وہ چھ مہینے کا بچہ اور تین بھال کا تیر۔ کیوں اے آسمان تو پھٹ کیوں نہیں پڑا۔ کیوں اے زمین تو دھنس کیوں نہیں گئی۔ کیوں اے زمانے تو منقلب کیوں نہیں ہوگیا اور زمانہ کیا

منتظر ہوتا جب اس بدنصیب ماں ہی کو موت نہ آئی۔ میں سمجھتی تھی کہ میرا لال نہیں رہا تو اپنی بیٹی ہی سے دل بہلاؤں گی اور اس کو اپنی زندگی کا سہارا بناؤں گی۔ مگر ہائے میرا مقدر۔ اس نے بھی قید خانہ میں ساتھ چھوڑ دیا۔ جہاں نہ غسل کا انتظام۔ نہ کفن کا بندوبست۔ نہ دفن کرنے کا سہارا۔ کون جانے میری بچی کو کیسے دفن کیا گیا۔ کسے معلوم میری لال نے کیا دکھ اٹھائے۔ ہائے میری بیٹی کہہ رہی ہوگی۔ یہ کیسی ماں ہے کہ مجھے اکیلی چھوڑ کر چلی گئی۔ یہ کیسی محبت ہے کہ مجھے کوئی ساتھ نہ لے گیا۔ میں اپنی بچی کو کیا جواب دوں گی ــــ خیر۔ سکینہ تو محشر میں ملے گی۔ اگر کہیں صغریٰ نے پوچھ لیا تو کیا ہوگا۔ میں اسے کیا جواب دوں گی۔
یہ بیٹھی سوچ ہی رہی تھی کہ ایک بچی خیمہ میں داخل ہوئی کہاں ہیں میری پھوپھی جان کہاں ہیں میری شہزادی زینبؑ ــــ زینب نے آواز سنی۔ شکل پہچانی۔ دوڑ کر گلے سے لگا لیا۔ بیٹی تو نہ پہچانے گی۔ میں ہی تیری پھوپھی زینبؑ ہوں۔ پھوپھی اماں یہ آپ کا کیا عالم ہے؟ کہا۔ بیٹی تیری پھوپھی بھرے گھر کو لٹا کر آئی ہے۔ تیرے بابا نہیں آئے۔ تیرے چچا نہیں آئے۔ تیرے بھیا قاسم و عون و محمد و علی اکبر نہیں آئے سب کربلا کی خاک پر سو گئے ــــ بچی تڑپی ــــ اور ایک مرتبہ اٹھ کر ایک بی بی کی طرف چلی۔ معظمہ کا دل لرز گیا۔ میں جانتی ہوں یہ صغرا ادھر کیوں آ رہی ہے۔ گھبرا کر پوچھا۔ بیٹی کیا تلاش کر رہی ہو۔ کہا مادر گرامی! سب مارے گئے تو میرا بھیا علی اصغر کہاں ہے۔ کہا لال اب اصغر کو نہ ڈھونڈو۔ بیٹی میں لٹ کر آئی ہوں۔ تیرا بھیا کربلا کی خاک پر سو رہا ہے اور اے صغریٰ میں سکینہ کو بھی شام کے زنداں میں چھوڑ آئی۔ بیٹی یہ ماں بڑی بدنصیب ہے اب کوئی نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین سیدنا ومولانا ابی القاسم محمد وآلہ الطیبین الطاہرین ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین اما بعد فقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِنِّی من آذاھا فقد آذانی

مرسل اعظمؐ کا مشہور و معروف ارشاد ہے۔ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی اور جس نے خدا کو اذیت دی وہ کافر ہوگیا۔ کیا کہنا اس خاتون کی جلالت قدر کا جس کا کردار — کردار پیغمبرؐ کا جزو اور جس کی سیرت سیرت پیغمبرؐ کا آئینہ ہو۔ اس عظمتِ کردار کی تعریف آسمانوں نے کی ہے اور اس پاکیزہ سیرت کا احساس دشمنوں کو بھی رہا ہے۔

تاریخ اسلام گواہ ہے کہ جناب خدیجہؑ سے عقد کرنے کے بعد بھی

پیغمبرؐ ایک ایسے دَور سے گذرے ہیں جب آپ کے کوئی اولاد نہ تھی اور
دشمن چار طرف سے نعرے لگا رہے تھے یہ ابتر ہیں۔ ان کی نسل ختم ہو گئی
ہے۔ ان کا سلسلہ تمام ہو گیا ہے۔ بہت جلد ان کا مشن تباہ ہو جائے گا
پیغمبر صبر آزما منزلوں سے گذر رہے تھے۔ دشمنوں کے طعنے کانوں تک
پہونچ رہے تھے اور رضائے الٰہی پر صابر و شاکر تھے۔ قدرت انتظار کر
رہی تھی کہ وقت آ جائے تو دشمنوں کو ان کے طعنوں کا جواب دیا جائے۔ زمانہ
گذرتا رہا۔ دشمنوں کے طعنوں میں شدت پیدا ہوتی رہی اور رحمت الٰہی بے
فیضان کا موقع تلاش کرتی رہی۔ یہاں تک کہ ایک دن وہ آیا جب مرسل
اعظمؐ کو معراج میں بلا کر ایک تحفہ جنت عنایت کیا گیا۔ زمین پر صدیقہ
طاہرہ جناب فاطمہ زہراؑ کی ولادت باسعادت ہوئی تب
ان دشمنوں کی زبان بند ہو گئی۔ نبوت کو سند لقا مل گئی۔ نسل پیغمبرؐ کو
دوام حاصل ہو گیا اور قرآن حکیم نے جھوم کر ترانہ سنایا "انا اعطیناک
الکوثر" میرے حبیب میں نے تمہیں کوثر عطا کیا ہے۔ اسے اب فاطمہؑ نہ سمجھو یہ
کوثر ہے۔ اسے وحدت نہ خیال کرو یہ کثرت ہے۔ یہ ذات میں ایک ہے لیکن
صفات و کمالات میں ایک بڑی کثرت ہے۔ یہاں ہر کمال کی کثرت ہے۔ ہر
فضل کی کثرت ہے۔ ہر شرف کی کثرت ہے۔ ہر وقار کی کثرت ہے۔ ہر عظمت
و جلالت کی کثرت ہے۔ اور واضح لفظوں میں یوں کہا جائے کہ فضائل و مناقب
کرامت و شرافت، جلالت و عزت کو الگ الگ کر دیا جائے تو کمالات بنتے
ہیں اور سب کو ایک نقطہ پر سمیٹ دیا جائے تو فاطمہؑ بنتی ہے۔ صلوات

سوال یہ ہے کہ دشمنوں کے اس طعنہ کا مطلب کیا ہے کہ یہ لاولد ہیں ان کا مشن فنا ہو جائے گا۔ یہ اپنے مقصد میں ناکامیاب ہو جائیں گے جب کہ مرسل اعظمؐ فقط نسل کے اعتبار سے تنہا تھے۔ ذریت کے اعتبار سے لاولد تھے۔ اولاد کے اعتبار سے آپ کے پاس کوئی نہ تھا ورنہ ایک جماعت تو تھی جو حضورؐ کی حلقہ بگوش تھی۔ ایک قوم تو تھی جو آپؐ کی اولاد میں شمار ہوتی تھی اور جسے آپ اپنی اولاد اور اپنے کو اس کا باپ کہا کرتے تھے۔ اس کے باوجود دشمن طعنے دے رہے تھے اور مطمئن تھے کہ یہ مشن زیادہ دنوں چلنے والا نہیں ہے تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دشمنوں کو بھی اس بات کا احساس تھا کہ مذہب کی بقا اطراف والوں سے نہیں ہے یہ کام صرف گھر والوں کا ہے یہ گھر والے ہیں تو سب کچھ ہے ورنہ باہر والے تو ساتھ چھوڑ بھی سکتے ہیں اور شاید یہی وجہ تھی کہ پیغمبرؐ کے ساتھ سب رہے لیکن قلب نبوت کو قرار نہیں ملا اور جب زہراؑ آگئیں تو قلب پیغمبرؐ مطمئن ہو گیا۔ قدرت نے دشمنوں کے طعنوں کے جواب میں زہراؑ کو کوثر بنا کر پیدا کر دیا ہے اور یہ نہیں کہا کہ اے پیغمبرؐ! تم انھیں اپنی جماعت کی کثرت کا یقین دلا دو اور یہ بتا دو کہ ان کے ہوتے ہوئے مقصد پر آنچ نہیں آسکتی ہے بلکہ ارشاد کیا کہ پیغمبرؐ ہم نے تم کو زہراؑ جیسا وجود دیا ہے۔ گویا دوست سے لیکر دشمن اور بندے سے لیکر خدا تک سب در پردہ اس بات کا اعلان کر رہے ہیں کہ ترویج و تبلیغ دین صرف آل محمدؐ کا حصہ ہے اس میں اصحاب و امت کا کوئی دخل نہیں ہے ــــ صلوات

اور اس سے بڑا مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر دشمن بیٹا نہ ہونے کی بنا پر پیغمبرؐ اسلام کو ابتر کہہ رہے تھے تو فاطمہ زہراؐ بھی بیٹا نہ تھیں۔ بیٹی تھیں اور مقصد کی ترویج یا نسل کی بقا کا ذریعہ بیٹا ہوتا ہے۔ بیٹی نہیں ہوتی لیکن یہ حیرت انگیز بات ہے کہ فاطمہؐ کے پیدا ہوتے ہی کافروں کی زبان بند ہو گئی اور طعنوں کا سلسلہ تمام ہو گیا کفر کے چہرے پر مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ اور دشمن کو احساس ہو گیا کہ اب ان کا مشن کامیاب ہو کر رہے گا۔ اب ان کی نسل باقی رہ جائے گی ـــــ نہ جانے کیا جلالت تھی وجود زہراؑ میں ـــــ کہ دشمن بھی اس بیٹی کو ہر بیٹے سے بالاتر سمجھ رہے تھے اور انہیں بھی یہ یقین تھا کہ قدرت نے بیٹی دیکر اپنے حبیب کو وہ کچھ دے دیا ہے جو ایک بیٹے کے باپ کو میسر نہیں ہوتا۔

دل چاہتا ہے کہ آپ کے ذہنوں کو تاریخ اسلام کے ایک لطیفہ کی طرف متوجہ کر دوں کہ تاریخ اسلام نے اولاد پیغمبرؐ کا شمار کرتے ہوئے آپ کی تین بیٹیوں کا ذکر کیا ہے اور اُن میں سے ایک بیٹی فاطمہؑ کو قرار دیا ہے اور اس کے بعد اسی لطیفہ کی بنیاد پر فضائل کی ایک "دو منزلہ" عمارت بھی کھڑی کر دی ہے کہا یہ گیا کہ مرسل اعظمؐ نے اپنی ایک بیٹی کا عقد علی بن ابی طالبؑ کے ساتھ کیا ہے، اور دو بیٹیوں کا عقد دوسرے ایک صحابی کے ساتھ۔ اس لئے شرف دامادی ایک بیٹی کی بنا پر علیؑ کو حاصل ہے اور اس کا دوگنا شرف دو بیٹیوں کی بنا پر دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہے۔

لیکن سوال صرف یہ ہے کہ جب دشمن حضورؐ کو ابتر کے طعنے دے رہے تھے جب مرسل اعظمؐ کا دل دکھایا جا رہا تھا اس وقت یہ بیٹیاں کہاں تھیں اور تاریخ نے ان صفحات پر انہیں جگہ کیوں نہ دی تھی۔ یہ فاطمہؑ کی ولادت کے بعد ہی بیٹیاں کیوں تاریخ پر آ گئیں

میرے ذہن میں دو ہی باتیں آتی ہیں یا یہ مان لیا جائے کہ نسل پیغمبرؐ میں کسی بیٹی کا وجود نہیں تھا اور دشمن پیغمبرؐ کو ابتر ہونے کا طعنہ برمحل دے رہے تھے اور قدرت نے اس کا جواب کسی بیٹے کے ذریعے نہیں دیا بلکہ فاطمہؑ کو مصداق کوثر بنا کر دیا جو بنیاد نسل بھی ہیں اور مصداق کوثر ہونے کے اعتبار سے بقائے نسل بھی ہیں۔

یا یہ کہا جائے کہ دوسری بیٹیاں موجود تھیں اور دشمن طعنے دے رہے تھے تو سوال یہ ہے کہ پھر قدرت نے کیا انتظام کیا اور پیغمبرؐ اسلام سے ابتر کے طعنوں کو کیونکر رفع کیا۔ جب قدرت یہ دیکھ رہی تھی کہ بیٹیوں کے موجود ہوتے ہوئے میرے حبیب کو ابتر کہا جا رہا ہے تو کیا یہ غیر حکیمانہ فعل نہیں تھا کہ دشمنوں کی زبان بندی کیلئے پھر بیٹی ہی دیدی جائے اتنی سی بات تو ہر صاحب عقل کے ذہن میں آسکتی ہے کہ جب دشمن بیٹی کو نسل شمار نہیں کرتا اور ابتر کہے جا رہا ہے تو دوبارہ بیٹی دینے کا کیا ماحصل ہے رب العزت تو خالق عقل بھی ہے اور حکیم مطلق بھی اس سے ایسی کوئی بات کیونکر ہو سکتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ دشمن کے جواب میں بیٹی ہی عطا کی گئی ـــ مجھے تو کہنا پڑتا ہے کہ یا تو تاریخ اسلام کو اپنے دامن سے یہ اضافہ تثلیث نکالنا پڑیگا اور یہ ماننا پڑیگا کہ فاطمہ زہراؑ کے علاوہ حضورؐ کی کوئی صلبی بیٹی نہیں تھی اور یہ شرف تنہا فاطمہؑ کو حاصل تھا کہ انکی ولادت کیلئے زمین سے آسمان تک انتظامات کئے گئے تھے اور انہیں معراج پیغمبرؐ کے ذریعہ زمین پر بھیجا گیا تھا یا اگر اس تثلیث کو باقی ہی رکھنا ہے تو اتنا تسلیم کرنا پڑیگا کہ کفار و مشرکین کی نگاہ میں بھی جو مرتبہ فاطمہ زہراؑ کا تھا وہ کسی اور بیٹی کا نہیں تھا۔ وہ دوسری بیٹیوں کو اپنے منصوبوں کی راہ میں حائل نہیں سمجھتے تھے اور زہراؑ کے وجود کو اپنے عزائم کی راہ میں سد راہ سمجھتے تھے اسی لئے باقی بیٹیوں کو دیکھنے کے بعد بھی مقصد پیغمبرؐ کی تباہی پر مطمئن تھے اور زہراؑ کو دیکھ کر مایوس

ہو گئے کہ اب ان کا دین پھیل جائیگا اور انکے مقصد کو کوئی طاقت پامال نہیں کر سکتی۔

ارباب کرم با انصاف سے بتائیں کہ جس دنیائے کفر نے کل انھیں لڑکیوں کو بہو بنانے کا شرف دیا تھا اور اپنے گھر کی زینت بنانے پر مسرت کا اظہار کیا تھا جب وہی انھیں فاطمہؑ کا مرتبہ دینے کو تیار نہیں ہے تو ہم غریبوں سے کیونکر تقاضا کیا جا رہا ہے کہ ہم ہر بیٹی کو فاطمہ زہراؑ تسلیم کر لیں۔ یاد رکھئے بیٹی بہرحال بیٹی ہوتی ہے اور زہراؑ بہرحال زہراؑ ہے۔ بیٹی کا تعلق مادی ولادت سے ہوتا ہے اور زہراؑ کا تعلق عالم نورانیت سے ہے۔ بیٹی کا فرض ہے کہ بیٹی ہونیکے رشتے سے باپ کا احترام کرے اور زہراؑ کا مرتبہ ہے کہ باپ بیٹی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہوتا ہے ـــــ صلوات

اس سے زیادہ واضح لفظوں میں یوں کہا جائے کہ بیٹی کا باپ سے ایک ہی رشتہ ہوتا ہے وہ صرف بیٹی ہوتی ہے اور بس اور فاطمہؑ کا رشتہ پیغمبرؐ سے دہرا ہے۔ فاطمہؑ پیغمبرؐ کی بیٹی بھی ہیں اور شفقت و محبت عظمت و منزلت کے اعتبار سے مرسل اعظمؐ کی نظر میں ماں بھی اسی لئے حضورؐ نے اپنی بیٹی کے لئے اعلان کیا تھا کہ۔ یہ فاطمہ بیٹی ہو کر بھی میرے لئے ماں کا درجہ رکھتی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ مرسل اعظمؐ کو رب العالمین نے ہر شرف سے نوازا تھا۔ ہر نعمت عطا کی تھی۔ ہر فضل و احسان سے سرفراز فرمایا تھا لیکن نہ جانے کیا مصلحت تھی کہ ولادت سے پہلے باپ کے سائے کو اٹھا لیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں ماں کے سایہ رحمت سے بھی محروم کر دیا۔ مرسل اعظمؐ کا دل ایک طرف شفقت پدری کے لئے بیتاب تھا تو دوسری طرف محبت مادری کیلئے بیچین۔ قدرت یہ اضطراب کیسے دیکھ سکتی تھی۔ اپنے حبیبؐ کا دل بہرحال مطمئن کرنا تھا اس نے آواز دی میرے حبیبؐ! اگر میں نے عبد اللہ کو اٹھا لیا ہے تو تجھے ابوطالبؑ جیسا چچا دیدیا ہے۔ یہ چچا بھی ہے اور باپ بھی۔ اسکے

پہلو میں چچا کا دل بھی ہے اور باپ کی شفقت و محبت بھی ــــ اور اے میرے حبیبؐ! اگر تجھے ماںتا کی ضرورت ہے تو یہ فاطمہؑ بنت اسد موجود ہے اسے اپنی ماں سمجھو یہ تمہیں ماں کا مکمل پیار دے سکتی ہے۔

قدرت نے دامان حبیبؐ کو مالامال کر دیا لیکن نہ جانے ماںتا میں کیا تڑپ تھی اور مرسل اعظمؐ کو ماں کے پیار کی کس قدر چاہت تھی کہ ابو طالبؑ کے بعد کسی کو باپ کی جگہ نہیں دی لیکن فاطمہؑ بنت اسد کے بعد ماں کی محبت کی جستجو رہی۔ قدرت نے اشارہ کیا۔ میرے حبیبؐ گھبراتا نہیں میں تیرے انس کا انتظام تیرے ہی گھر میں کر دوں گا۔ اور تجھے ایسی بیٹی عطا کر دوں گا جو بیک وقت بیٹی کی محبت بھی ــ اور ماں کا پیار بھی۔ اور کھلی ہوئی بات ہے کہ اگر بنت اسد شفقت مادری کا انتظام کر سکتی ہیں تو بنت محمدؐ کیوں نہیں کر سکتی ہیں۔

خاتمۂ کلام میں ایک امر کی طرف اور بھی اشارہ کرتا چلوں کہ مرسل اعظمؐ نے اپنی بیٹی کو یہ انوکھا رشتہ کیوں عنایت فرمایا اور فاطمہؑ کو ماں کا درجہ کیوں دیا۔؟ اس کے مختلف اسباب ہو سکتے ہیں۔ نفسیاتی وجہ بھی ہو سکتی ہے اور جذباتی بھی ـــ فقہی توجیہ بھی ممکن ہے اور فلسفی بھی۔ لیکن میں ان تمام باتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ایک نکتہ کی طرف توجہ دینا چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ قدرت نے ہر آن اس امر کا لحاظ رکھا ہے کہ آل محمدؐ کی برتری اور عظمت برقرار رہے اور کائنات کی کوئی فرد کسی شرف کے اعتبار سے ان سے مافوق نہ معلوم ہو۔ انھیں کو جان کائنات بنایا گیا ہے۔ یہی روح عالمین ہیں۔ انھیں کے صدقہ میں کائنات پیدا ہوئی ہے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ صدقہ اور صاحب صدقہ کو برابر کر دیا جائے۔

لیکن ایک نازک موقع آ گیا جب اپنے حبیبؐ کا احترام برقرار رکھنے اور

مسلمانوں کے غلط جذبات پر پابندی عاید کرنے کیلئے قدرت کو اعلان کرنا پڑا کہ خبردار ازواج رسولؐ پر طمع آمیز نگاہ نہ ڈالنا۔ ان کے بارے میں یہ سوچنا بھی نہیں کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد ان سے عقد کریں گے۔ یہ بات میرے حبیب کیلئے ناگوار خاطر ہے۔ اور ہم نے اس کی ازواج کو تمہاری ماں بنا دیا ہے تاکہ تمہارے ذہنوں سے یہ خبیث خیالات نکل جائیں اور تم شرافت و انسانیت کی منزل پر آجاؤ۔ اعلان انتہائی اہم اور ضروری تھا ـــــ اور قدرت نے کیا۔ لیکن مسئلہ یہ پیدا ہو گیا کہ بعض ازواج پیغمبرؐ اور ان کے پرستاروں کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس طرح ازواج کا مرتبہ امت کے سارے افراد سے بالاتر ہو گیا ہے اور وہ ماں کا درجہ رکھتی ہیں تو دیگر افراد امت اولاد کی منزل میں ہیں اور کھلی ہوئی بات ہے کہ ماں کا مرتبہ اولاد سے بلندتر ہوتا ہے۔ قدرت نے واضح کیا کہ میرے حبیبؐ! میں نے تمہارے جذبات کی لاج رکھ لی ہے میں نے تمہارے احترام کو برقرار رکھا لیکن یہ تمہارا فرض ہے کہ تم اپنی زبان سے میری کنیز خاص کے مرتبہ کا اعلان کر دو اور دنیا کو سمجھا دو کہ یہ امت تمہاری ازواج کو میری زہراؑ سے بالاتر نہ سمجھنے لگے۔

قدرت کا اشارہ ملنا تھا کہ مرسل اعظمؐ نے کھل کر اعلان کر دیا کہ یہ فاطمہؑ فاطمہؑ نہیں ہے یہ اپنے باپ کے لئے ماں کا درجہ رکھتی ہے گویا مرسل اعظمؐ نے ساری امت اور امت کی ماؤں کو متوجہ کر دیا کہ خبردار کبھی فاطمہؑ سے مقابلہ کرنے کا تصور بھی نہ کرنا فاطمہؑ میں اور تم میں بڑا فرق ہے۔ تم امّت کی ماں ہو اور فاطمہؑ میری ماں ہے امت کی ماں پیغمبرؐ امت کی ماں کا مقابلہ نہیں کر سکتی ـــــ صلوات

افسوس کہ امت اسلامیہ نے اس نکتہ پر توجہ نہیں دی اور دونوں قسم کی ماؤں کے فرق کو محسوس نہیں کیا بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ امّت کی ماؤں کے

خجرات اُن کے حوالے کر دیے گئے لیکن فاطمہ زہرا کی جاگیر پر قبضہ کر لیا گیا اور نبیؐ کے گھر میں فاقوں پر فاقے ہونے لگے۔ یہی نہیں بلکہ بیٹی کو باپ کے غم میں چین سے رونے بھی نہ دیا گیا اور جس درخت کے نیچے بیٹھ کر فاطمہؑ باپ کا ماتم کیا کرتی تھیں اُسے بھی کاٹ ڈالا گیا۔ اب کیا تھا۔ دن کی دھوپ تھی اور باپ کا ماتم مصائب کی شدت تھی اور بیٹی کا نوحہ۔ آفتوں کے پہاڑ تھے اور رسول اکرمؐ کی دخترؑ کا قلب نازنین تھا بیٹی باپ کو یاد کر کے فریاد کر رہی تھی۔

صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

بابا۔ آپ کے بعد اتنے مصائب پڑے کہ اگر دن پر پڑتے تو شبہائے تاریک کی طرح سیاہ ہو جاتے۔ لیکن میں کہوں گا شہزادی! آپ خوش قسمت ہیں دھوپ میں سہی، میدان میں سہی۔ تنہا سہی۔ رونے کا موقع تو مل گیا۔ مگر ہائے وہ بیٹی جو کربلا کے جنگل میں باپ سے لپٹ کر رونا چاہتی ہے اور اشقیاء نوک نیزہ سے اذیت دے رہے ہیں۔ آنکھوں سے آنسو نکل آتے ہیں تو نیزے چبھوئے جاتے ہیں۔ یتیم کے ساتھ یہ برتاؤ کیا جا رہا ہے کہ منہ پر طمانچے مارے جا رہے ہیں۔ کانوں سے گوشوارے اُتارے جا رہے ہیں اور اس کے بعد بھی ظالم کو تسکین نہیں ہوتی تو اونٹ کی ننگی پیٹھ پر رسیوں سے کس کر باندھ دیا جاتا ہے۔

اولاد والو ــــ! کبھی آپ نے سوچا ہے کہ یتیم ہونے کے بعد بچی کو پُرسہ دینے کے بجائے اس کے بازوؤں میں رسیاں باندھی جائیں اور اُسے سر برہنہ بازاروں میں پھرایا جائے۔ ــــ مگر ہائے سکینہؑ عصر عاشور کا ہنگام۔ کربلا کا جنگل۔ سامنے اعزا و اقرباء کی لاشیں۔ بیکسی کا عالم! ایک مرتبہ در خیمہ سے باپ کی آواز

آئی۔ زینب۔ ام کلثوم، سکینہ، رقیہ! غریب کا آخری سلام لو۔ کون سوچ سکتا ہے کہ بیٹی کے دل پر کیا گذری ہوگی اور سیدانیوں کا کیا عالم ہوگا۔ زینبؑ نے بڑھکر سوال کیا۔ ماں جائے! کیا مرنے کے لئے آمادہ ہو گئے؟ امام حسینؑ نے فرمایا وہ کیسے مرنے نہ جائے جسکا کوئی مددگار نہ رہ گیا ہو زینبؑ نے بھائی کا دل سنبھالا۔ ایک ایک سے رخصت ہوئے۔ در خیمہ پر آئے باہر نکلنا چاہتے تھے کہ بیٹی نے دامن تھاما۔ بابا کیا آپ مرنے کے لئے جا رہے ہیں؟ امام حسین نے فرمایا۔ ہاں بیٹی اب وعدۂ آخر کے وفا کرنے کا وقت آ گیا۔ بیٹی نے کلیجہ پکڑ لیا۔ بابا! تو ہمیں مدینہ پہونچا دیجئے۔ امام حسینؑ نے فرمایا بیٹی مدینہ ممکن ہوتا تو صبح سے لاشیں اٹھائی جاتیں۔ سکینہ نے سر جھکا لیا۔ باپ نے تسکین دی۔ رخصت ہوئے۔ خیمہ کے باہر آئے۔ داہنے بائیں دیکھا۔ بہن نے بھائی کی غربت کا احساس کیا۔ پردہ اٹھا کے باہر آئیں۔ امام حسینؑ کو گھوڑے پر سوار کیا۔ امام نے گھوڑے کو آگے بڑھانا چاہا۔ گھوڑے نے جنبش نہ کی فرمایا! اسپ باوفا مجھے معلوم ہے تو بھوکا ہے پیاسا ہے۔ مگر یہ غریب کی آخری سواری ہے۔ مجھے وعدہ گاہ تک پہونچا دے۔ گھوڑے نے اشارہ کیا۔ اب جو جھک کے دیکھا تو کیا دیکھا کہ سکینہ سموں سے لپٹی ہوئی ہے۔ اے ذوالجناح میں نہ جانے دونگی میرے بابا کو کہاں لئے جا رہا ہے۔ امام گھوڑے سے اترے بچی کو گلے سے لگایا سمجھا کر رخصت کیا۔ مگر تھوڑی دیر کے بعد پھر گھوڑے کی آواز آئی اب جو سکینہ در خیمہ پر آئیں تو کیا دیکھا کہ گھوڑا آیا۔ بابا نہیں آئے۔ قدموں سے لپٹ گئی۔ اے ذوالجناح! میرے بابا کو کہاں چھوڑا۔ مجھے کس نے یتیم کر دیا۔ اے میرے بابا کو وقت آخر پانی ملا یا نہیں؟ ذوالجناح نے سر پٹکا زبان حال سے آواز دی سکینہ تیرے بابا کو پانی نہیں ملا۔ تیرا باپ زیر خنجر بھی پیاسا ہی رہا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ
سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا اَبِی الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ وَّآلِہِ
الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِهِمْ
اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ
فَاطِمَۃُ بَضْعَۃٌ مِّنِّیْ مَنْ آذَاهَا فَقَدْ آذَانِیْ

سرکار دو عالمؐ کا ارشاد ہے کہ فاطمہؑ میری پارۂ جگر ہے جس نے فاطمہؑ کو اذیت دی اُس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے خدا کو اذیت دی جناب فاطمہ زہراؑ کی عظمت کو پہچاننے کے لئے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ سرکار دو عالمؐ نے انھیں اپنا جزو قرار دیا ہے اور امت کے جذبات کو بیدار کرنے کے لئے انھیں اپنی پارۂ جگر کہہ کر پہچنوایا ہے۔ فاطمہؑ سے اسی کو محبت ہوگی جسے سرکار دو عالمؐ سے محبت ہوگی اور فاطمہؑ سے وہی رشتہ اخلاص رکھے گا جسے سرکار دو عالمؐ سے خلوص ہوگا۔

مرسل اعظمؐ نے فقط زبان ہی سے یہ اعلان نہیں کیا بلکہ پوری زندگی اپنے عمل سے ثابت کرتے رہے کہ فاطمہؑ کی مرضی میری مرضی ہے اور فاطمہؑ کا غیظ و غضب میرا غیظ و غضب ۔۔ میں اس سے صرف ایک باپ ہونے کی حیثیت سے محبت نہیں کرتا بلکہ اُسے اپنی نسل کی بقا، اپنے دین کا دوام اور اپنے نام کی زندگی سمجھتا ہوں۔ میں نے اُس کے ایثار میں ایثار خدیجہؑ کا جلوہ دیکھا ہے، اُس کی محبت میں مادری محبت کا ذائقہ محسوس کیا ہے، اور اُسے اپنے مقصد کی کامیابی کا سہارا پایا ہے۔ میں نے اس کی چوکھٹ پر مدتوں سلام کیا ہے۔ اُسے اپنی جگہ پر بٹھایا ہے۔ اسکی تعظیم کی ہے اور اسکی شکل میں سورہ کوثر کی جلوہ گری دیکھی ہے۔ یہ اس کا ایثار و اخلاص ہی تھا کہ اس نے میری راہ میں ہر مصیبت برداشت کر لی اور کبھی ماں سے بھی یہ شکایت نہ کی کہ آپ لاکھوں کی دولت اسلام کی راہ میں لٹائے دیتی ہیں اور میرے جہیز کی کوئی فکر نہیں ہے میں اپنے گھر سے کس طرح رخصت ہوں گی؟ کیا دنیا یہ طعنے نہیں دیگی کہ ملیکۃُ العرب کی بیٹی چند معمولی اسباب کے ساتھ رخصت ہو رہی ہے۔ کیا آپ نے سماج کی رسمیں نہیں دیکھیں۔ کیا آپ نے لوگوں کے گھروں سے بیٹیوں کو رخصت ہوتے نہیں دیکھا۔ کیا آپ کو اپنی بیٹی سے محبت نہیں ہے؟

شکوہ کیسا، میری بیٹی نے کبھی ان خیالات کو اپنے ذہن میں بھی جگہ نہیں دی اور خدیجہؑ کی ہر قربانی کے ساتھ مسرور ہوتی رہی کہ میری ماں کی جائز دولت حق کی راہ میں صرف ہو رہی ہے اور میرے گھر کا کوئی ایک پیسہ بھی غلط راستہ پر نہیں جا رہا ہے میری ماں ایک قوم کو پال رہی ہے اور میرا باپ ایک اُمت کی پرورش کر رہا ہے

مجھے زہراؑ کا یہی جذبہ عزیز تھا اور مجھے اُسکی تعظیم پر اسی ایثار نے آمادہ کیا تھا۔ میرے مقصد کو آگے بڑھانے والی اور میرے دین کو سہارا دینے والی یہی میری زہراؑ ہے علیؑ دین کے ذمہ دار ہیں لیکن جب حالات انھیں بھی گھر میں بیٹھنے پر مجبور کر دیں گے تو یہی زہراؑ دربار حکومت میں آئے گی اور حق کا اعلان کرے گی۔ یہی میری نور نظر آیات قرآن کو زندہ کرے گی اور بیٹیوں کے حقوق کی حفاظت کرے گی۔

مرسل اعظمؐ نے جو سوچا اور کہا تھا وہ پورے طور پر سچ ہو کر رہا اور دنیا نے دیکھ لیا کہ نبیؐ کے بعد دین الٰہی پر وقت پڑا تو زہراؑ اور اسکی اولاد ہی دین کے کام آئی۔ اسلام کے ہر محاذ پر انھیں کے مقدس خون کا چھڑکاؤ ہوتا رہا اور حفاظت اسلام کی راہ میں یہی خاندان قربان ہوتا رہا۔ زہراؑ نے گھر کی ہر تباہی برداشت کر لی لیکن دین الٰہی کی بربادی برداشت نہیں کی اور آج تو وہ تاریخ ہے جب زہراؑ کی قربانیوں کو ابدیت کی سند مل رہی ہے اور کردار فاطمہؑ سارے انبیاء کو خطاب کر کے آواز دے رہا ہے کون ہے جو راہ خدا میں اتنی قربانیاں دے۔ کس میں ہمت ہے کہ اس طرح بھرا گھر لٹائے اور سارا گھر اجڑتا دیکھ کر صبر کرے۔ آج کی رات کربلا میں زہراؑ کی آواز گونج رہی ہے جد بزرگوار ابراہیمؑ آیئے سرور کائناتؐ دیکھئے۔ انبیاء کرام آئیے۔ اولیاء خدا تشریف لائیے اور میرے حسینؑ کے حوصلے دیکھئے۔ میرے حسینؑ نے ایک دن میں بہتر داغ اٹھائے ہیں۔ اصحاب کو قربان کیا ہے۔ جاں نثاروں کو نثار کیا ہے۔ اٹھارہ سال کے جوان بیٹے کو دیا ہے۔ ۳۴ سال کے بھائی کو قربان کیا ہے۔ گلبدن قاسمؑ کا پامال لاشہ اٹھایا ہے اور چھ مہینہ کی جان کو میدان میں تیر ستم کے حوالے کیا ہے۔ میرے حسینؑ نے علی اصغرؑ کے خون ناحق کو چہرہ پر مل کر آواز دی ہے لال گواہ رہنا۔

"انکار آسماں کو ہے راضی زمیں نہیں اصغرؑ تمہارے خوں کا ٹھکانا کہیں نہیں"

اب قیامت کے دن رسول اللہ سے یوں ہی ملاقات کروں گا۔

میرے حسینؑ نے آخری وقت بھی اس شان سے قربانی دی ہے کہ عابد بیمار کو رخصت کیا۔ چاہنے والوں کے نام سلام کہلوایا۔ سکینہؑ سے دامن چھڑایا۔ سب کو سمجھا کے مقتل میں آیا۔ جہاد آخر کیا۔ زخموں سے چور ہوا۔ ندائے قدرت آئی اے نفس مطمئن پلٹ آ، ذوالفقار کو نیام میں رکھا۔ چاروں طرف سے حملے ہوئے زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے گرا۔ ذوالجناح نے گھٹنے ٹیکے۔ تیروں نے جسم نازنین کو سنبھالا۔ تیر ادھر سے اُدھر نکل گئے تو خاک کربلا تک پہونچا۔ پیشانی خاک پر رکھ کے مناجات کی۔ شمر لعیں کا خنجر چلا۔ زمین کربلا کو زلزلہ آیا۔ آفتاب کو گہن لگا سیاہ آندھیاں چلیں۔ فضا میں آواز گونجی۔ اَلَا قُتِلَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا اَلَا ذُبِحَ الْحُسَیْنُ بِکَرْبَلَا۔

میری زینبؑ عابدؑ بیمار کے قریب آئی آواز دی بیٹا! یہ میں کیا سُن رہی ہوں جیسے تم یتیم ہو گئے۔ زینبؑ بن بھائی کی ہو گئی۔ عابد بیمارؑ سنبھلے سنبھل کے بیٹھے خیمہ کا پردہ اٹھا۔ نوک نیزہ پہ باپ کا سر دیکھا۔ سلام آخر کیا۔ غش کھا کر گرے خیموں میں آگ لگی۔ سیدانیوں کے سروں سے چادریں چھینیں۔ سامان لٹا۔ بچوں نے طمانچے کھائے اور اسی درمیان عاشور کا سورج ڈوبا۔ شام غریباں آئی۔ قیامت خیز شام جو یتیموں کی شام۔ بیواؤں کی شام۔ غریبوں کی شام۔ بیکسوں کی شام۔ خاک نشینوں کی شام۔ بے سہارا بی بیوں کی شام ہے۔ کس نے کس کو پکارا کون جانے کس طرح ایک ایک لمحہ کٹا کون بیان کر سکے۔

ہاں عزاداروا روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ایک بچی تڑپ کر مقتل کی طرف چلی۔ اندھیری رات سنسان جنگل۔ شہیدوں کی لاشیں۔ مجبور ہو کر مقتل کا رُخ کیا۔ آواز دی۔ بابا! آپ کی بیٹی آ رہی ہے آپ کے سینے پر سونے والی آ رہی ہے۔ اندھیری رات میں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ بابا! ڈراونے جنگل میں نیند بھی نہیں آتی۔ بستر کیسا خیمے بھی نہیں رہ گئے بابا کیا آپ بھی ہمیں بھول گئے۔ کیا آپ کو بھی ہماری بیکسی کا خیال نہیں رہا۔ ذرا سہارا تو دیجئے۔ بابا ایک مرتبہ نشیب سے آواز آئی۔ آ میری سکینہؑ آ۔ آ میری بیٹی آ۔ تیرا باپ ادھر سو رہا ہے۔ سکینہؑ آگے بڑھیں۔ قریب پہنچیں۔ لاشۂ بے سر کو دیکھا۔ زخمی جسم سے لپٹ گئیں۔ فریاد کا سلسلہ شروع ہوا۔ بابا ہم لٹ گئے۔ خیمے جل گئے۔ چادریں چھن گئیں۔ بابا ہمارے گوشوارے کھینچ کر اتار لئے گئے۔ زمین کربلا ہل گئی۔ کائنات میں زلزلہ آیا۔ قلب زہراؑ تڑپ اٹھا۔ روح پیغمبرؐ کانپی۔ زینبؑ نے بیقرار ہو کر میدان کا رُخ کیا۔ سکینہؑ کو ڈھونڈھتی چلیں۔ نشیب کے قریب آئیں۔ لاش سے لپٹی ہوئی بچی کو دیکھا۔ گھبرا کے پوچھا۔ سکینہؑ یہ کس کا لاشہ ہے؟ عرض کی پھوپھی اماں آپ نے پہچانا نہیں۔ یہ میرا بابا ہے۔ مجھے بابا نے پکار کر بلایا ہے۔ زینبؑ کا دل لرز گیا۔ پوچھا بیٹی! تو نے بابا کو کیسے پہچانا۔ اس جسم پر تو لباس بھی نہیں ہے۔ عرض کی پھوپھی اماں! اس لاشۂ بے سر نے آواز دیکر مجھے بلایا ہے۔ فرمایا بیٹی! تو نے باپ کو رودادِ غم سنائی۔ سکینہؑ نے عرض کی پھوپھی اماں! میں نے سب کچھ بتایا۔ فرمایا بیٹی! تیرے بابا نے کچھ کہا تو نہیں۔ عرض کی، پھوپھی اماں! میں فریاد کر رہی تھی تو ایک مرتبہ کٹی ہوئی گردن سے آواز آئی۔ سکینہ میرے چاہنے والوں کو میرا سلام کہہ دینا اور کہنا چاہنے والو جب ٹھنڈا پانی پینا تو میری پیاس کو یاد کر لینا اور جب کبھی کسی غریب و بیکس کا ذکر آئے تو میری مصیبت پہ آنسو بہا لینا۔ سکینہؑ تیرا باپ پیاسا مارا گیا ہے ساقی کا لال زیر خنجر بھی پیاسا ہی رہا ہے۔ میں پانی پانی کہتا رہا اور تیر کو آواز دیتا رہا۔ حسینؑ اب روئے زمین پانی پانی ہو جائے۔ تو بھی نہیں ایک قطرۂ آب نہ ملے گا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ و [illegible]